تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم ۱۸/ فروری ۱۹۹۸ء مدیر : حافظ عاکف سعید

تقسیمِ دولت اور اسلام

دنیا میں کوئی دین نہیں جس نے محتاجوں کی اعانت اور ابناء جنس کی خدمت کی تلقین نہ کی ہو اور اسے عبادت یا عبادت کا لازمی جزو نہ قرار دیا ہو۔ لیکن یہ خصوصیت صرف اسلام کی ہے کہ وہ صرف اتنے ہی پر قانع نہیں ہوا بلکہ ہر مستطیع مسلمان پر ایک خاص ٹیکس مقرر کر دیا جو اسے اپنی تمام آمدنی کا حساب کر کے سال بہ سال ادا کرنا چاہئے اور پھر اسے اس درجہ اہمیت دی کہ اعمال میں نماز کے بعد اسی کا درجہ ہوا۔ قرآن نے ہر جگہ دونوں اعمال کا ایک ساتھ ذکر کر کے یہ بات واضح کر دی کہ کسی جماعت کی زندگی کی سب سے پہلی شناخت یہی دو عمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے کہا : وَاللّٰہِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ (متفق علیہ)

بلاشبہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مواعظ اس بارے میں بہت دور تک چلے گئے ہیں۔ انہوں نے صرف یہی نہیں کہا کہ اتنا دے دو' بلکہ کہا سب کچھ دے دو۔ لیکن چونکہ اسلام کی طرح کوئی معین نظام قائم نہیں کیا اس لئے یہ تعلیم محض زہد و ترک دنیا کا ایک اعلیٰ مقام بن کر رہ گئی۔ مسیحیت کے صدر اول کے سوا (جب کہ کلیسا کی بنیاد باہمی اخوت و اشتراک پر قائم کی گئی تھی) کوئی زمانہ ایسا ظہور میں نہ آسکا کہ عیسائیوں میں اس تعلیم کے نتائج نے نشوونما پایا ہو۔ پھر اس باب میں ایک دوسری خصوصیت بھی ہے یعنی وہ علت جو نہ صرف زکوٰۃ کیلئے بلکہ تمام صدقات و خیرات کے لئے قرار دی گئی اور جس کی وجہ سے اس معاملہ نے بالکل ایک دوسری نوعیت اختیار کر لی۔ "کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ" تاکہ ایسا نہ ہو دولت صرف دولتمندوں کے گروہ ہی میں محصور ہو کر رہ جائے۔ یعنی زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ دولت سب میں پھیلے' سب میں بٹے' کسی ایک گروہ ہی کی ٹھیکیداری نہ ہو جائے۔ سورۂ توبہ میں فرمایا گیا "وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ" جو لوگ سونا چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کے لئے اگر کوئی بشارت ہو سکتی ہے تو یہی کہ انہیں عذاب دردناک کی بشارت دے دو اور حدیث میں زکوٰۃ کا مقصد یہ بیان فرمایا کہ "تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ فَتُرَدُّ اِلٰی فُقَرَائِھِمْ" ترجمہ : دولت ان کے دولت مندوں سے وصول کی جائے اور پھر ان کے محتاج افراد میں لوٹائی جائے۔

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ قرآن کی روح دولت کے احتکار و اختصاص کے خلاف ہے۔ یعنی وہ نہیں چاہتا کہ دولت کسی ایک گروہ کی ٹھیکیداری میں آجائے یا سوسائٹی میں کوئی ایسا طبقہ پیدا ہو جائے جو دولت کو خزانہ بنا کر جمع کرے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ دولت ہمیشہ سیر و گردش میں رہے اور زیادہ سے زیادہ افراد قوم میں پھیلے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ورثہ کے لئے تقسیم کا قانون نافذ کر دیا اور اقوام عالم کے عام قوانین کی طرح یہ نہیں کہا کہ وراثت خاندان کے ایک ہی فرد کے قبضہ میں رہے۔ جونہی ایک شخص کی آنکھیں بند ہوئیں' اس کی دولت جو اس وقت تک تنہا ایک جگہ تھی اب کئی وارثوں میں بٹ کر کئی جگہ پھیل جائے گی۔ اسلام نے سود کا لین دین حرام کر دیا اور قاعدہ یہ ٹھہرایا کہ "یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ" اللہ سود کا جذبہ گھٹانا چاہتا ہے اور خیرات کا جذبہ بڑھانا چاہتا ہے۔ یعنی یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ جس قوم میں سود کا جذبہ ابھرے گا اس کے غالب افراد شقاوت و محرومی میں مبتلا رہیں گے' جس قوم میں خیرات کا جذبہ ابھرے گا اس کا کوئی فرد محتاج و مفلس نہیں رہے گا۔

("تحریک آزادی" از مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم سے ایک اقتباس)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

عاکف سعید

”پختونخواہ“ سے کالاباغ ڈیم تک

”پختونخواہ“ کے ایشو پر حکمران جماعت مسلم لیگ کا اپنی حلیف سیاسی جماعت اے این پی سے شدید اختلاف اب کھل کر سامنے آچکا ہے اور بعض سیاسی مبصرین کی رائے میں یہ اختلاف دونوں جماعتوں کے طویل سیاسی تعلق کے خاتمے کی تمہید ثابت ہو گا —— اس بحث سے قطع نظر کہ میاں نواز شریف نے اے این پی سے درپردہ جو وعدے کر رکھے ہیں ان میں پختونخواہ کا مسئلہ بھی شامل تھا یا نہیں ' امر واقعہ یہی ہے کہ اے این پی کا یہ مطالبہ اب انتہائی شدت اختیار کر چکا ہے اور اے این پی کی قیادت نے اس معاملے کو اس منطقی انجام تک پہنچا دیا ہے کہ جس سے دستبرداری ان کے لئے ایک بڑی سیاسی ہزیمت کے مترادف ہو گی۔

اے این پی کے اس مطالبے کے ضمن میں کہ چونکہ پاکستان کے دیگر تمام صوبوں کے ناموں میں لسانی اور علاقائی حوالہ کی عکاسی موجود ہے مثلاً پنجابیوں کی اکثریت والے صوبہ کا نام پنجاب اور بلوچوں کی اکثریت والے صوبے کا نام بلوچستان ہے ' لہٰذا صوبہ سرحد کا نام بھی پختونستان ہونا چاہئے کہ یہاں بسنے والوں کی اکثریت پختونوں پر مشتمل ہے جن کی مادری زبان پشتو ہے ' —— امیر تنظیم اسلامی اور داعی تحریک خلافت پاکستان محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ ' کا یہ موقف بارہا سامنے آچکا ہے کہ صوبے کے نام کی تبدیلی میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اگر پنجاب ' سندھ اور بلوچستان پاکستان کے صوبے ہو سکتے ہیں تو ایک صوبے کا نام پختونستان یا پختونخواہ رکھنے سے کوئی قیامت نہیں آجائے گی۔ یوں بھی پاکستان کے تمام ہی صوبے ایک اعتبار سے سرحدی صوبے قرار پاتے ہیں کہ کوئی پاکستان کے شمال مشرقی سرحدی صوبے کی حیثیت رکھتا ہے ' کوئی جنوب مشرقی اور کوئی مغربی سرحدی صوبے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس تناظر میں شمال مغربی صوبے کو صوبہ سرحد کہنا اور دیگر صوبوں کو الگ نام دینا قرین انصاف نہیں ہے —— صوبوں کی موجودہ تقسیم اور ان کے مروجہ نام انگریز کے معین کردہ ہیں ' انہیں آسمانی وحی کا درجہ دینا بھی معقولیت کے یکسر خلاف ہو گا —— اس اعتبار سے اے این پی کی طرف سے صوبہ سرحد کے نام کی تبدیلی کا مطالبہ ہمارے نزدیک بلاجواز نہیں ہے۔ اس پر ہمدردانہ غور ہونا چاہئے اور ان کا مطالبہ تسلیم کیا جانا چاہئے۔

تاہم ”پختونخواہ“ کے نام پر اگر خود سرحد کے رہنے والے متفق نہ ہوں تو صوبہ سرحد کی نمائندہ سیاسی جماعت ہونے کے ناطے اے این پی کو کوئی ایسا نام تجویز کرنا چاہئے جس پر صوبے کی غالب اکثریت متفق ہو۔ اس ضمن میں حکومت کی جانب سے ”پختونخواہ“ کے حوالے سے ریفرنڈم کی تجویز کا بھی خیر مقدم کیا جانا چاہئے۔ تاہم کالاباغ ڈیم کے مسئلے پر اے این پی کا موقف ہماری دانست میں قومی و ملکی مفادات کے اعتبار سے انتہائی نامعقول اور تباہ کن نتائج کا حامل ہے۔ اے این پی نے اس معاملے کو اپنی سیاسی دکانداری چمکانے کے لئے جس طرح استعمال کیا ہے اور اس حوالے سے صوبہ سرحد کے عوام میں غلط فہمیوں کا جال بچھا کر کالاباغ ڈیم کے نام سے ایک الرجی سی پیدا کر دی ہے وہ انتہائی قابل مذمت ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ملکی معیشت کے لئے کالاباغ ڈیم ایک ناگزیر ضرورت کی حیثیت رکھتا ہے۔ منگلا اور تربیلا کے آبی ذخائر میں بتدریج کمی واقع ہو رہی ہے اور یہ معاملہ اب خطرے کے سنگین نشان کو چھونے لگا ہے۔ کالاباغ ڈیم اگر نہ بنا تو پنجاب ہی نہیں سرحد اور سندھ کی ہزاروں ایکڑ قابل کاشت اراضی بھی ریگستان میں تبدیل ہو جائیں گی۔ اس طرح بجلی کی موجودہ پیداوار بھی ملکی ضرورت سے بہت کم ہے۔ چنانچہ مہنگے ذرائع سے بجلی حاصل کرنے کے نتیجے میں ہماری انڈسٹری پہلے ہی شدید طور پر اضمحلال سے دوچار ہو چکی ہے —— گویا زراعت کا شعبہ ہو یا صنعتی شعبہ ' دونوں کا مستقبل کالاباغ ڈیم کی تعمیر پر موقوف ہے —— افسوس اس بات کا ہے کہ اے این پی نے قومی مفاد پر علاقائی مفاد بلکہ محض اپنی سیاسی ساکھ کو ترجیح دیتے ہوئے اس معاملے کو اپنی انا کا مسئلہ بنا کر اس انتہا تک پہنچا دیا ہے کہ اب اپنے سابقہ موقف سے دستبرداری ان کے لئے سیاسی موت کا درجہ رکھتی ہے —— اے این پی اگر ایک قومی سطح کی سیاسی جماعت کے طور پر اپنی شناخت کروانا چاہتی ہے —— اور اگر اسے کسی بھی درجے میں ملکی و قومی مفاد عزیز ہے تو اسے کالاباغ ڈیم کی مخالفت چھوڑ کر مفاہمت کی راہ اپنانا ہو گی۔ انہیں لامحالہ اپنی جماعتی انا کی قربانی دینی ہو گی لیکن ہم ان کی قیادت کو یقین دلاتے ہیں کہ ”ہارے بھی تو بازی مات نہیں“ کے مصداق اس معاملے میں ان کی شکست اور پسپائی ہی ان کی فتح کی ضامن بنے گی۔

چند روز قبل مسلم لیگی رہنما اعجاز الحق کا یہ دلچسپ بیان بھی جلی انداز میں اخبارات کی زینت بنا تھا کہ ”پختونخواہ“ کے مسئلہ پر اے این پی سے سودے بازی کی جانی چاہئے۔ ”پختونخواہ“ والا مطالبہ اس شرط پر مان لیا جائے کہ وہ کالا باغ ڈیم کی مخالفت چھوڑ دیں۔ ان دونوں باتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مشروط کرنا اگرچہ کچھ زیادہ پسندیدہ قرار نہیں دیا جا سکتا اور ان دونوں مسئلوں کو باوقار طور پر الگ الگ حل کرنا ہی خوش آئند نظر آتا ہے لیکن موجودہ بحرانی صورت میں اگر جناب اعجاز الحق کی تجویز پر عمل کرتے ہوئے کوئی مفاہمت کی صورت پیدا کی جاسکے تو ملکی مفاد کے پیش نظر یہ ہرگز گھاٹے کا سودا نہیں ہو گا —— اگر اے این پی کے دو مطالبات میں سے ایک کو ' جسے بالکل بلاجواز بھی قرار نہیں دیا جاسکتا ' ماننے سے ان کی سیاسی قیادت کی Face saving ہو سکتی ہو تو اس قسم کی سیاسی سودے بازی کو تقاضائے مصلحت کہنا ہرگز غلط نہ ہو گا۔ OO

امریکہ پاکستان کو بھارت کا تابع مہمل بنانے پر تلا ہوا ہے

میاں نواز شریف کی جانب سے ہر قیمت پر بھارت کے ساتھ دوستی اور مفاہمت کی "کمٹمنٹ" خطرے کی گھنٹی ہے

دینی جماعتوں کے باہمی اختلافات اور غلط طریق کار کے باعث دینی قوت کا بہت بڑا قیمتی سرمایہ ضائع ہو چکا ہے

قیام پاکستان کے ساتھ ہی نصرت خداوندی کا ظہور شروع ہو گیا تھا مگر ....

حالات بڑی تیزی سے تباہی کی طرف جا رہے ہیں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مد ظلہ کے ۶ فروری ۹۸ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب : نعیم اختر عدنان

خطبہ مسنونہ اور سورۃ الانفال کی آیات ۲۴ تا ۲۸ کی تلاوت کے بعد فرمایا :

میری آج کی گفتگو عید الفطر کے خطاب کا ہی تسلسل ہے۔ سورہ انفال کی آیات ۲۴ تا ۲۸ مسلمانان پاکستان کے خصوصی حالات کے حوالے سے نہایت اہمیت کی حامل ہیں جبکہ آیت نمبر ۲۶ میں تحریک پاکستان کا پورا پس منظر موجود ہے۔ تحریک پاکستان کے اسباب و محرکات اور قیام پاکستان کے فوری بعد ملت اسلامیہ پاکستان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے جو مظاہر سامنے آئے ان سب کی پوری داستان اس ایک آیت میں موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : "یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے' تمہاری تعداد بہت کم تھی' تمہیں ملک اور زمین میں کمزور سمجھ کر دبا لیا گیا تھا اور تمہیں اندیشہ لاحق ہو گیا تھا کہ لوگ تمہیں اچک لیں گے"۔ غور طلب بات یہ ہے کہ کیا تحریک پاکستان کا پس منظر یہی نہیں تھا؟ ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں تھے جب کہ ہندو غالب اکثریت میں تھے۔ مسلمان محض عددی اعتبار سے اقلیت میں نہیں تھے بلکہ بہت سے دوسرے اعتبارات سے بھی ہندو مسلمان پر غالب آ چکا تھا اور اس نے مسلمانوں کو دبا لیا تھا۔ معاشی اعتبار سے بھی ہندو مسلمان پر غالب تھا' تعلیمی اعتبار سے بھی غالب تھا' قومی بیداری کے لحاظ سے ہندو مسلمانوں سے بہت آگے تھے' تنظیمی اعتبار سے ہندو بہت زیادہ منظم تھے۔ گویا ہندو اکثر معاملات میں ہم پر حاوی ہو چکا تھا جب کہ مسلمان ہر اعتبار سے کمزور اور دبے ہوئے تھے۔ اس کا بھی ایک خاص سبب تھا۔ اس حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے تاریخ اور فلسفہ تاریخ کا فہم بہت ضروری ہے۔

مسلمانوں نے ہندوستان کے مختلف علاقوں پر کہیں چھ سو برس' کہیں آٹھ سو برس اور کہیں ہزار برس تک حکومت کی تھی۔ چونکہ یہاں کی حکومت انگریزوں نے مسلمانوں سے چھینی تھی' لہٰذا انہیں مسلمانوں سے اندیشہ تھا جب کہ ہندوؤں کی طرف سے انہیں کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ اس لئے کہ ہندو پہلے مسلمانوں کے محکوم تھے اور اب وہ انگریز کے محکوم ہو گئے تھے۔ یوں ہندوؤں کے مقام و مرتبہ میں کوئی فرق واقع نہ ہوا۔ ان کے لئے انگریزی اقتدار کسی قسم کے صدمہ / خطرہ کی بات نہ تھی' جب کہ مسلمانوں سے چونکہ انگریزوں کو انتقامی جذبات اور

منبر و محراب

رد عمل و بغاوت کا اندیشہ تھا لہٰذا مسلمانوں کو قعر مذلت میں گرا دیا گیا۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو دبایا اور ہندوؤں کو ابھارا۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے ایک شعر میں اس جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ

آ بتاؤں تجھ کو رمز آیہ ان الملوک
سلطنت اقوام غالب کی ہے اک جادوگری

علامہ اقبال نے اپنے اس شعر میں ملکہ سبا کے ایک حکیمانہ قول کی طرف اشارہ کیا ہے جب حضرت سلیمانؑ کی طرف سے خط ملنے پر ملکہ نے اپنے اہل دربار سے مشورہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ "بادشاہ جب فاتح کی حیثیت سے کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں فساد برپا کر دیتے ہیں اور اس بستی کے باعزت لوگوں کو ذلیل اور کمزور کر دیتے ہیں"۔ چنانچہ اسی اصول کے تحت انگریزوں نے معزز اور باغیرت مسلمانوں کو ذلیل کیا اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ ملت کے وفادار مسلمانوں کو دبایا جب کہ اپنے کاسہ لیسوں اور ایجنٹوں کو نوازا۔ انہیں خطابات عطا کئے اور اپنے وفاداروں اور غلاموں کو وفاداری کے عوض جاگیریں عطا کیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جسے انگریز نے غدر قرار دیا' انگریزوں نے یہاں تلوار کی بجائے جب قلم کے ذریعے حکومت کا آغاز کیا تو ہندوؤں کو فیصلہ کن اکثریت حاصل ہو گئی۔ اگر ہندوستان کی تقسیم عمل میں نہ آتی اور برصغیر وحدت کی حیثیت سے آزاد ہو جاتا تو مسلمان ہندوؤں کے ہمیشہ کے لئے غلام بن جاتے۔

مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے انتقامی جذبے کا اندازہ اس واقعے سے باآسانی ہو جاتا ہے کہ سیکولر ذہن رکھنے والے اور روشن خیال کہلانے والے جواہر لال نہرو کی بیٹی اندرا گاندھی نے پاکستان کو دولخت کرنے کے موقع پر اپنی اس انتقامی ذہنیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ "ہم نے مسلمانوں سے اپنی ہزار سالہ شکست کا بدلہ لے لیا ہے" چنانچہ ع "قیاس کن ز گلستان من بہار مرا" کے مصداق ہندوؤں کی ذہنیت کو یہ ایک جملہ ہی آشکارہ کر دیتا ہے۔ ہندوؤں کے اس انتقامی ذہنیت پر مبنی خوف سے تحریک پاکستان نے جنم لیا۔ مسلمانوں کو اپنی تہذیب و تمدن' معاش و مذہب کے بارے میں خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔

مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے شدھی کی تحریک کا آغاز ہوا' جس کے رد عمل میں تبلیغی جماعت قائم ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انگریزوں کی بالفعل اور ہندوؤں کی ممکنہ غلامی سے مسلمانوں کو نجات عطا فرما کر دو خطوں پر مشتمل دنیا کی سب سے بڑی مسلم ریاست قائم فرما دی۔ نصرت و قدرت خداوندی کے ذریعے برصغیر کے مسلمانوں کی دو

تہائی تعداد ہندو کی غلامی سے محفوظ ہو گئی جب کہ ایک تہائی مسلمان ہندوستان میں رہ گئے۔ دو خطوں پر مضبوط و مستحکم پاکستان کی موجودگی میں ہندوستان کا مسلمان اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا تھا مگر سقوط مشرقی پاکستان کے عظیم سانحے کے بعد بھارتی مسلمانوں کی پاکستان کے حوالے سے یہ امید بھی دم توڑ گئی۔ چنانچہ ۷۱ء کے بعد ہی بھارت میں ہندومت کے احیاء کی علمبردار بھارتیہ جنتا پارٹی کا قیام عمل میں آیا۔

پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی نصرت خداوندی کا ظہور شروع ہو گیا تھا' چنانچہ سیٹھ آدم جی نے قائداعظم کو بلینک چیک تھمادیا تھا جس سے ملازمین کی تنخواہیں ادا کی گئیں۔ اسی طرح ۶۲ء میں اللہ نے معجزانہ طور پر پاکستان کو بچایا جب ایوب خان نے ہندوستان کو مشترکہ دفاع کی پیشکش کر کے پاکستان کی خود مختاری کو داؤ پر لگا دیا تھا مگر نہرو کی سیاسی حماقت کی وجہ سے اس تجویز پر عمل نہ ہو سکا۔ سقوط ڈھاکہ کے سانحہ سے قبل پورے پچیس سال تک اللہ تعالیٰ نے اہل پاکستان کی خصوصی نصرت و حفاظت اور دونوں خطوں کے باشندوں کو معاشی خوشحالی عطا کئے رکھی' بالکل اسی طرح جیسے یمن میں بسنے والی قوم سبا کو ہر طرح کی خوشحالی عطا کی گئی تھی۔ "بلدہ طیبہ" کے مصداق اس پاک سرزمین پر رب غفور و رحیم کی بے شمار رحمتیں برستی رہیں مگر ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بجائے کفران نعمت اور اعراض و روگردانی کا طرز عمل اپنانے 'اسلام کا بول بالا اور اللہ کا دین قائم کرنے اور اللہ کے ساتھ کیا گیا اجتماعی وعدہ پورا کرنے کی بجائے بحیثیت قوم نافرمانی اور بغاوت کا رویہ اپنانے کے نتیجے میں ملک دو لخت ہو گیا اور مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ دو قومی نظریہ ناکام ہو گیا اور اسلام کو عالمی سطح پر شدید ترین بدنامی کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمارے ۹۳ ہزار فوجی جن میں جرنیل سے سپاہی تک سب شامل تھے' ہندو کے قیدی بن گئے اور ہمیں تاریخ کی عظیم ترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

ایک ہمارا حال یہ ہے کہ وہ ایک متحد قوم جس نے انگریز اور ہندو سے آزادی حاصل کی تھی آج کئی لسانی اور صوبائی قومیتوں میں تحلیل ہو چکی ہے' اخلاقی سطح پر ہمارے کردار کا دیوالیہ نکل چکا ہے' دستور ملک کی اہم ترین اور مقدس ترین دستاویز ہوتی ہے مگر ہمارے منافقانہ طرز عمل کی وجہ سے دستور پاکستان بھی منافقت کا پلندہ بن کر رہ گیا ہے۔ قرارداد مقاصد اگرچہ ملک کے آئین کا حصہ ہے مگر دستور میں موجود غیر اسلامی دفعات کی وجہ سے قرارداد مقاصد کی سرے سے کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا ادارہ رپورٹوں کے انبار مرتب و مدون کرنے کا ادارہ بن چکا ہے۔ مذہبی دہشت گردی کی صورت میں عذاب خداوندی کی بدترین شکل ملک پر مسلط ہے۔ خارجی حالات کے حوالے سے بھی حالات وواقعات بڑا دلخراش منظر پیش کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ ملکی حالات بڑی تیزی کے ساتھ تباہی اور بربادی کی طرف جا رہے ہیں اور اس امر کا شدید خطرہ موجود ہے کہ خاکم بدہن 'کہیں موجودہ پاکستان بھی شکست و ریخت کا شکار نہ ہو جائے۔ یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے' اسی صدی میں پہلے سلطنت عثمانیہ اور پھر روس جیسی عظیم سپر طاقت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

یہ تو تھے حالات وواقعات کے حوالے سے تاریک پہلو کہ ہم نے قومی سطح پر اب تک کیا کھویا؟۔ البتہ اس تاریک پہلو کے ساتھ ساتھ ہمارے سامنے روشن رخ بھی رہنا چاہئے کہ ہم نے کیا پایا؟ گزشتہ ۵۲ سالوں میں قرارداد مقاصد پاس ہوئی' آئین میں اسلامی دفعات داخل کی گئیں اور ان اسلامی دفعات کو اب کوئی بڑے سے بڑا ڈکٹیٹر بھی دستور سے خارج کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ قرارداد مقاصد کی موجودگی سے پاکستان کو عملاً نہ سہی' قانونی سطح پر ایک مسلمان ریاست ہے۔ علامہ اقبال کے اسلامی فکر' مولانا الیاس اور مولانا مودودی کی دینی و تحریکی مساعی کی وجہ سے اسلام کو محض ایک مذہب نہیں بلکہ دین سمجھنے والوں اور اس کے غلبہ کی آرزو رکھنے والوں کی کافی بڑی تعداد یہاں موجود ہے۔ اگرچہ دینی جماعتوں کے باہمی اختلافات اور غلط طریق کار اپنانے کی وجہ سے بہت بڑی دینی قوت عملاً غیر موثر ہو چکی ہے۔ یہ خط اس عظیم قرآنی تحریک کا وارث اور امین ہے' جس کا آغاز شاہ ولی اللہ اور ان کے بیٹوں نے قرآن کے ترجمہ و تفسیر سے کیا تھا۔ انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے ذریعے یہ قرآنی دعوت بحمد اللہ آگے بڑھی ہے اور اس میں دروس قرآن اور تعلیمات قرآنی کی بڑے پیمانے پر نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ گزشتہ چند برسوں سے "دورۂ ترجمہ قرآن" کا قابل قدر اضافہ بھی تائید و توفیق الٰہی سے ہو چکا ہے۔ رمضان المبارک کی راتوں میں چھ چھ گھنٹے کے طویل پروگراموں میں سینکڑوں مرد و خواتین کی شرکت اس کا عملی مظہر ہے۔ اسی دعوت رجوع الی القرآن کی تحریک کے ذریعے بحمد اللہ تعلیم یافتہ نوجوان مدرسین قرآن کی ایک کھیپ تیار ہو چکی ہے جو اس دعوت کو آگے بڑھا رہی ہے۔ یہ سب کچھ قیام پاکستان کے ثمرات میں سے ہے۔ اگر پاکستان قائم نہ ہوتا تو دینی جماعتوں کو اتنے کھلے اور وسیع مواقع کبھی حاصل نہ ہوتے۔ اگرچہ ہماری مذہبی جماعتیں جو نفاذ اسلام اور غلبہ اسلام کی آرزومند ہیں' انتخابی سیاست کے ذریعے کامیابی حاصل کرنے کی خواہش رکھتی ہیں' حالانکہ یہ خواہش محض ایک غلط فہمی اور سراب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ دین کے غلبہ کی جدوجہد ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے چنانچہ دین کے نفاذ کی جدوجہد کرنے والی کسی نہ کسی دینی جماعت میں شمولیت اختیار کرنا ہر مسلمان کا اولین دینی فرض ہے جس کی ادائیگی میں مزید تاخیر و تعویق ملکی سالمیت کے اعتبار سے خوفناک نتائج کی حامل ہو سکتی ہے۔

عالمی سیاست کا دباؤ اور امریکی پالیسی اس وقت یہ ہے کہ پاکستان کو بھارت کا تابع مہمل بنا کر رکھ دیا جائے اور امریکہ اپنے عالمی و علاقائی مفادات کے تحفظ کے لئے ہر قیمت پر بھارت کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ان حالات میں میاں محمد نواز شریف کی طرف سے بھارت سے دوستی اور مفاہمت کی "کمٹمنٹ" خطرے کی گھنٹی ہے۔ بھارت میں ہندوازم کے احیاء کی دعویدار کٹر فرقہ پرست جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی کی جانب سے بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر اور بھارت کو ایٹمی طاقت بنانے کا کھلم کھلا اعلان اور تقسیم ہند کو ختم کرنے جیسے شر انگیز اعلانات کے باوجود نواز شریف کی جانب سے بھارت سے یک طرفہ طور پر دوستی و مفاہمت اور تجارت کی بحالی کی باتیں ملک و ملت کے بہی خواہوں کے لئے پریشانی کا باعث بنی ہوئی ہے۔

اسی طرح نواز شریف حکومت کی طرف سے قومیت پرست عناصر کی غیر معمولی پذیرائی بھی تشویشناک ہے جس سے ملکی سالمیت اور قومی یکجہتی کے لئے شدید خطرات پیدا ہو چکے ہیں۔ نواز شریف اپنے بھاری مینڈیٹ کو بھاری تر مینڈیٹ میں بدلنے کی سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ چنانچہ پارلیمنٹ کو "ربڑ سٹیمپ" بنا دیا گیا ہے اور مملکت کے اعلیٰ ترین عہدے پر فائز صدر مملکت کی حیثیت "ٹوکن صدر" سے زیادہ نہیں ہے۔ اندیشہ یہ ہے کہ اپنی اس کوشش میں نواز شریف اپنے بھاری بھرکم مینڈیٹ کے بوجھ تلے دب کر نہ رہ جائیں۔ موجودہ حکومت کی طرف سے بھارت کے ساتھ ہر قیمت پر دوستی اور غیر مشروط مفاہمت کا راگ الاپنے سے ہندوستان کے ساتھ ہزار سالہ جنگ کا نعرہ لگانے والے کسی نئے طالع آزما کے لئے ملک کی سیاسی فضا تیزی سے ہموار ہو رہی ہے۔ چنانچہ اس بات کا پورا امکان موجود ہے کہ ماضی کی طرح ملک میں پھر "دمادم مست قلندر" کا نعرہ لگانے والا کوئی طالع آزما لیڈر ڈگڈگی بجا کر عوام کو اپنے پیچھے لگا لے۔

○ ایک مسلمان کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟

○ دعوت و تبلیغ اور غلبہ دین کی جدوجہد اضافی نیکی کے کام ہیں یا بنیادی فرائض میں شامل ہیں؟

ان موضوعات پر ایک مختصر لیکن نہایت جامع کتابچہ

دینی فرائض کا جامع تصور

از: **ڈاکٹر اسرار احمد**' امیر تنظیم اسلامی

عمدہ کمپیوٹر کتابت' صفحات 40' قیمت: اشاعت خاص 10 روپے' اشاعت عام 6 روپے

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن

قرآن اکیڈمی 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

امریکہ عراق دشمنی میں اندھا اور نفسیاتی مریض بن چکا ہے

انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار کی بربریت پر عالمی ضمیر خاموش کیوں ہے؟

کیا ایک بار پھر عراق انسانوں کا قبرستان بننے والا ہے؟

مشرق وسطیٰ کی بگڑتی ہوئی صورتحال کے بارے میں مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ

۱۹۴۵ء میں جنگ عظیم دوئم کے خاتمے کے بعد امریکہ اور سوویت یونین دو متحارب سپر قوتیں ابھریں جو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہو گئیں اور قریباً نصف صدی تک دونوں کے درمیان سرد جنگ کی فضا قائم رہی۔ اس سرد جنگ کے خاتمے سے پہلے امریکہ کو مسلمان ممالک کا قدرتی اور فطری حلیف سمجھا جاتا تھا۔ پاکستان، ایران، سعودی عرب، کویت، اردن، مراکش اور بہت سے دوسرے اسلامی ممالک امریکہ کے بڑے قریب سمجھے جاتے تھے۔ اکثر مسلمان اس غلط فہمی کا شکار تھے کہ اس دوستی اور قرب کی اصل بنیاد مذہب ہے کیونکہ امریکہ کی مدمقابل سپرپاور سوویت یونین آف سوشلسٹ ریپبلک ایک ملحد ریاست تھی۔ امریکہ نے مسلم دنیا کو یہ تاثر دیا تھا کہ منکر خدا نظام کو پھلنے اور پھیلنے سے روکا نہ گیا تو وہ مذہب کا دنیا سے صفایا کر دے گا' لہٰذا اکثر مسلم ممالک خصوصاً اشتراکی ممالک کے جغرافیائی لحاظ سے قریب مسلمان ممالک میں اسلامی جماعتوں اور تحریکوں کی مالی اور اخلاقی مدد کی جاتی تھی جس کی وجہ سے یہ جماعتیں اور ان سے متاثر افراد امریکہ کے لئے نرم گوشہ رکھتے تھے۔ امریکہ کمیونزم کے خلاف مسلمانوں کے جذبات کو تو اپنے مفادات کے لئے تحت استعمال کرتا رہا لیکن تعلقات کے اس آئیڈیل دور میں بھی جب کسی مسلمان ملک پر برا وقت آیا تو امریکہ نے بعض مواقع پر ٹال مٹول کا رویہ اختیار کیا اور بعض مواقع پر دشمن کی درپردہ مدد کی۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگیں اس کی واضح مثال ہیں۔ لیکن سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد جب امریکہ دنیا کی واحد سپریم پاور کی حیثیت اختیار کر گیا تو اس نے مکمل طور پر آنکھیں پھیر کر دنیائے اسلام کو اپنا حریف اول قرار دے دیا اور نیو ورلڈ آرڈر کی اصطلاح کا بے دریغ استعمال شروع کر دیا۔ جس کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ ایک طرف تو ایٹمی ٹیکنالوجی پر اپنی اجارہ داری قائم کی جائے تاکہ خونریز جنگوں کا امکان ہی سرے سے ختم ہو جائے اور دوسری طرف دنیا پر عسکری تسلط قائم کرنے کی بجائے اسے اقتصادی لحاظ سے اس طرح شکنجے میں کس لیا جائے کہ اللہ کی یہ مخلوق بے زبان و بے حس روبوٹس کی مانند ان کے اشاروں پر حرکت کرے۔

مسلم ممالک میں سے مصر، پاکستان اور عراق ایٹمی ٹیکنالوجی کے میدان میں خاصی پیش رفت کر چکے تھے۔ ۱۹۷۳ء کی مصر اسرائیل جنگ کے بعد مصر نے اپنا رخ روس سے امریکہ کی طرف پھیر لیا۔ امریکہ نے اس جنگ میں اسرائیل کی شکست کو جس طرح فتح میں بدلا اس پر مصر کے صدر انور سادات کہہ اٹھے کہ وہ اسرائیل سے تو لڑ سکتے ہیں امریکہ سے نہیں۔ لہٰذا کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کر کے اور اپنے ایٹمی مراکز کے دروازے انسپکشن کے لئے کھول کر مصر مکمل طور پر سرنگوں ہو گیا۔ ۱۹۷۹ء میں روس افغانستان میں فوجی مداخلت کی حماقت کر بیٹھا۔ روس کی

تجزیہ

اس حماقت نے پاکستان کو امریکہ کی آنکھ کا تارا بنا دیا لہٰذا جہاں اسے مالی اور دفاعی امداد سے نوازا گیا وہاں اس کی ایٹمی پیش رفت سے بھی چشم پوشی اختیار کی گئی۔ عراق اگرچہ ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کے معاملے میں پاکستان سے بہت پیچھے تھا لیکن اسرائیل سے جغرافیائی قرب کی وجہ سے ایٹمی قوت بننے کی کوشش کرنا اس کا جرم عظیم بن گیا۔ لہٰذا اسے دفاعی اور اقتصادی طور پر تباہ و برباد کرنے کی منصوبہ بندی کی گئی اور عراق کو ایران کے ساتھ جنگ میں الجھا دیا گیا۔ اس جنگ میں امریکہ نے کیا رول ادا کیا اس کا اندازہ ہنری کسنجر کے اس تبصرے سے کیا جا سکتا ہے کہ ہمارا ایک دشمن ہمارے دوسرے دشمن کو ہلاک کر دے گا۔ اس جنگ کے دوران نامعلوم طیاروں نے انتہائی اونچی پرواز کر کے عراق کے ایٹمی مرکز پر حملہ کیا اور اسے شدید نقصان پہنچایا۔ دفاعی ماہرین نے اسی وقت دعویٰ کیا تھا کہ اتنی بلندی سے حملہ ایران کے بس کی بات نہیں ہے۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ اسرائیلی جنگی طیاروں نے ایران عراق جنگ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ کارروائی کی۔ اس خبر کا انتہائی افسوسناک پہلو یہ تھا کہ اسرائیلی جنگی طیاروں نے سعودیہ کے ایک ہوائی اڈے سے تیل حاصل کیا۔

امریکہ نے ایک خاص منصوبہ کے تحت اس جنگ کے دوران عراق کو بے شمار اسلحہ فروخت کیا اور ایران عراق جنگ کے ختم ہونے کے بعد عراق کے بارے میں یورپ اور عرب میں زوردار طریقہ سے یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ عراق بہت بڑی جنگی قوت بن چکا ہے۔ عراق کی جنگی قوت کے بارے میں یہ تاثر قائم کر دیا گیا کہ وہ عالمی قوت بن چکا ہے۔ یہ پروپیگنڈہ اتنا زوردار تھا کہ عراق خود اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ "ہمچو ما دیگرے نیست"۔ پھر اسے کویت کی دولت پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی گئی تاکہ وہ ناقابل تسخیر بن جائے۔ لالچ نے عراقی قیادت کو اندھا کر دیا اور وہ کویت پر حملہ کر کے امریکی جال میں پھنس گئی۔ عراق کے کویت پر قبضہ کرتے ہی امریکہ نے پینترا بدلا۔ اس نے عراق کو جارح قرار دیا اور عرب دنیا کو یہ تاثر دیا کہ عراق کی ظالم قیادت عنقریب تمام عرب دنیا کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنائے گی۔ عراق کو ہوا بنا کر اس پر حملہ کرنے کے لئے عالمی اتحاد قائم کیا گیا اور چند دنوں میں عراق کا بھرکس نکال دیا گیا۔ یہ ایک یکطرفہ جنگ تھی جس میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا جانی و مالی نقصان نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس جنگ کے بہانے امریکہ کو مشرق وسطیٰ میں اپنی مستقل موجودگی کا جواز مل گیا۔ امریکہ نے اضافی طور پر یہ اعلان بھی کیا کہ کیونکہ عراق کی حملہ کرنے کی صلاحیت ابھی ختم نہیں ہوئی اور "امن کا ٹھیکیدار" ہونے کی حیثیت سے وہ محسوس کرتا ہے کہ عراق علاقے کا امن و امان کسی بھی وقت تباہ کر سکتا ہے لہٰذا امریکی فوج کی مشرق وسطیٰ میں موجودگی ناگزیر ہے' علاوہ ازیں شکست خوردہ عراق پر بہت سی ناروا پابندیاں بھی لگا دی گئیں۔

امریکہ عراق تنازعہ کو چھ سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ اس دوران عراق پر تیل برآمد کرنے کی مکمل پابندی

عائد رہی۔ بعد ازاں اسے اتنا تیل برآمد کرنے کی اجازت دی گئی جس سے ادویات اور بچوں کا دودھ درآمد کیا جا سکے۔ ایک امریکی دانشور کے اندازے کے مطابق ان ظالمانہ پابندیوں کی وجہ سے ۱۵/ لاکھ عراقی جان کی بازی ہار چکے ہیں۔ ان ہلاک ہونے والوں میں اکثریت شیر خوار بچوں' بوڑھوں اور عورتوں کی ہے۔ نسل کشی کنونشن کی طے شدہ مخصوص شرائط کے تحت یہ صریح نسل کشی ہے۔

ہسپتالوں میں بچوں اور بوڑھوں کی حالت زار ناگفتہ بہ ہے۔ فنڈز کی کمی کی وجہ سے غذا ناقص اور ناکافی ہوتی جا رہی ہے۔ عراقی عوام کے مسائل خطرناک حد تک بڑھ چکے ہیں' پینے کا پانی ناقص اور آلودہ ہے' نکاسی کا نظام تباہ ہو چکا ہے' گندے پانی کے نکاس کے آلات ختم ہو چکے ہیں' نئے منگوانے کے لئے پیسے نہیں ہیں جس سے بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ یہ سب کچھ ان ظالمانہ پابندیوں کی وجہ سے ہو رہا ہے جو دنیا کی واحد سپریم قوت' عالمی امن کے ٹھیکیدار' دنیا سے دہشت گردی ختم کرنے کے دعویدار' بنیادی انسانی حقوق کا علمبردار' غربت و جہالت اور بیماری کو دنیا سے ختم کرنے کے لئے کوشاں سرمایہ دار امریکہ نے عراق پر لگائی ہوئی ہیں۔

امریکہ عراق کشیدگی ایک مرتبہ پھر اپنی انتہا پر ہے۔ امریکہ نے عراق پر حملہ کرنے کے لئے ۱۹۹۱ء جیسا عالمی اتحاد ایک بار پھر قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کی یہ کوششیں بری طرح ناکام ہوئی ہیں۔ عالمی طاقتوں میں سے صرف برطانیہ نے امریکہ کا کھل کر ساتھ دیا ہے جبکہ روس' چین اور فرانس نے عراق کے خلاف جنگ کی شدت سے نہ صرف مخالفت کی ہے بلکہ ان ممالک نے امریکہ کو سفارتی ذرائع سے مسئلہ کو حل کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ مشرق وسطیٰ میں سعودی عرب جیسے امریکی اتحادی نے بھی عراق پر حملہ کرنے کے امریکی فیصلے کی حمایت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

امریکہ کا موقف یہ ہے کہ عراق پر حملہ اس لئے ناگزیر ہے کیونکہ عراق اقوام متحدہ کے انسپکٹروں کو آزادانہ طور پر معائنہ کرنے کی اجازت نہیں دے رہا۔ یہ حقیقت ہے کہ موجودہ کشیدگی اس وقت پیدا ہوئی جب عراق نے اقوام متحدہ کے انسپکٹروں کی ٹیم سے امریکی انسپکٹروں کو خارج کرنے کا مطالبہ کیا۔ عراق اس مطالبے کو کئی سال پہلے کرنا چاہتا تھا لیکن اسے امید تھی کہ وہ امریکی انسپکٹروں کو خارج کرنے کا سوال اٹھائے بغیر پابندیاں ختم کرانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن جب عراق کو یقین ہو گیا کہ جب تک انسپکشن ٹیم میں امریکی انسپکٹر غالب تعداد میں موجود ہیں معائنہ کاری کا یہ عمل ختم ہونے کی کوئی توقع نہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک کے بعد دوسرا عذر پیش کرتے رہیں گے۔ خواہ مخواہ کی چھان پھٹک کا سلسلہ جاری رہے گا لہٰذا عراق پر پابندیاں قائم رہیں گی۔ امریکی مزید کچھ عرصہ ایڑیاں رگڑتے ہوئے مرنے والے عراقیوں کا نظارہ کرنا چاہتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ عراق کے ایٹمی قوت بن جانے کے خوف سے امریکہ خود نفسیاتی مریض بن چکا ہے اور وہ اذیت پسند اور متشدد بن چکا ہے۔ عراقیوں کا بہتا ہوا خون اس کی ذہنی تسکین کا باعث بن رہا ہے۔ عورتوں کا سر پٹکنا' دودھ سے محروم بچوں کا چلانا اور ایڑیاں رگڑنا' بوڑھوں کا سسکیاں بھرنا شاید امریکیوں کے لئے موسیقی کا کام دے رہا ہے۔ بربریت اور دیوانگی امریکیوں پر غالب آ چکی ہے۔ ان کی ظاہراً کھلی آنکھیں حقیقی بینائی سے محروم ہو چکی ہیں۔ ان کی سماعت و بصارت' قلب و ذہن سب کچھ ان کے مفادات کے تابع ہے لہٰذا امریکی جنگی طیارے ایک بار پھر عراق کی فضا میں منڈلا رہے ہیں۔ عراق انسانی جسموں اور امریکہ انسانی شرف کا قبرستان بننے والا ہے۔

بحضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ لدھیانوی

خوش آیا ہے مجھے مصروف مدح مصطفیٰؐ رہنا ۔۔۔ نہیں ہے جس میں تیری یاد اس محفل میں کیا رہنا
حضورؐ پاک کے قدموں میں کوئی غم نہیں ہوتا ۔۔۔ اگر ہو عافیت کی جستجو طیبہ میں جا رہنا
نہیں دربار میں جرات کسی کو لب کشائی کی ۔۔۔ حضوری میں بشکل اشک محو التجا رہنا
اسی کے ذکر کو بخشی ہے رفعت حق تعالیٰ نے ۔۔۔ اسی اسم گرامی کا ہے دائم سلسلہ رہنا
ترستے ہیں شہنشاہ زمانہ جس کی عظمت کو ۔۔۔ شرف کی بات ہے اس آستانے کا گدا رہنا
رہے خوشبو ترے دامن میں زاد راہ عقبیٰ کی ۔۔۔ نہیں اس عالم فانی میں انساں کو سدا رہنا
قدم رکھنا سنبھل کر کوئے محبوبؐ دو عالم میں ۔۔۔ سرور و کیف کے گلشن میں مانند صبا رہنا
علامت ہے کرم کی انتہائے خوش نصیبی ہے ۔۔۔ قیامت تک زبانوں پر مرا رنگ ثنا رہنا

وہی ہے حشر میں حافظ وسیلہ سرخروئی کا
نبیؐ کی سیرت اطہرؐ سے ہر دم آشنا رہنا

بقیہ : خلافت عثمانیہ

رہ گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد پورا ہوا کہ:

"اذا ہلک قیصر' فلا قیصر بعدہ"

"جب قیصر ہلاک ہو گیا تو پھر کوئی قیصر پیدا نہیں ہو گا"۔

ظہر کے وقت سلطان محمد فاتح اپنے وزراء اور سرداروں کے جلو میں شہر کے سینٹ رومانس کے دروازے سے داخل ہوا اور سب سے پہلے قسطنطنیہ کے شہرہ آفاق کلیسا آیا صوفیہ کے دروازے پر پہنچ کر گھوڑے سے اترا۔ کلیسا کی دیواروں پر تصویریں بنی ہوئی تھیں انہیں مٹا کر دھویا گیا۔ سلطان کی ہدایت پر یہاں موذن نے اذان کہی اور شرک و کفر کے اس مرکز میں پہلی بار "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ" کی زمزمہ بار صدا گونجی۔ سلطان نے نماز ظہر ادا کی اور اس وقت سے اس کلیسا کو مسجد میں تبدیل کر دیا گیا۔

اس کے بعد سلطان شاہی محلات میں داخل ہوا یہ زرق برق محلات جو صدیوں سے قیاصرہ کی شان و شوکت اور ان کے طمطراق کے مظہر تھے آج ویران پڑے ہوئے تھے۔ سلطان محمد فاتح کے دل پر اس عبرتناک منظر کا ایسا اثر ہوا کہ بے ساختہ فردوسی کا یہ شعر اس کی زبان پر آ گیا ؎

پردہ داری می کند بر قصر قیصر حکومت
چغد نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

اس فتح کے بعد قسطنطنیہ کو صدیوں تک نمایاں مرکزیت کی حیثیت حاصل رہی۔

خلافت عثمانیہ کا مرکز ــــ قسطنطنیہ

تاریخ کے آئینے میں

مرتب : حافظ محبوب احمد خان

ترکی کا دارالحکومت استنبول اپنے جغرافیائی محل وقوع اور اپنی تہہ در تہہ تاریخ کے لحاظ سے دنیا کا ایک منفرد شہر ہے' جو بہت سی امتیازی خصوصیات کا حامل ہے۔ اس شہر کے نام بھی مختلف زمانوں میں بدلتے رہے ہیں' اور شاید دنیا کے کسی اور شہر کے نام اتنے نہ رہے ہوں جتنے اس شہر کے رہے ہیں۔ اس کا سب سے قدیم نام زار غراد تھا' پھر میکلاغارد ہوا۔ یونانی اور رومی دور کی ابتدا میں اسے بیزنطہ کہا گیا۔ تیسری صدی عیسوی میں رومی بادشاہ قسطنطین نے اس شہر کو اپنا پایہ تخت بنایا تو اس کا نام قسطنطنیہ (Constantinople) ہو گیا۔ اسی کو روم جدید بھی کہتے تھے اور عربی تواریخ میں اسی کو مدینۃ الروم بھی کہا جاتا ہے۔ بازنطینی لوگ اسے "ھی پولس" (He Polis) بھی کہتے تھے جس کے معنی "شہر" کے ہیں' غالباً مدینۃ الروم اسی کا ترجمہ تھا۔ جب یہ شہر مسلمانوں کے قبضے میں آیا تو بعض لوگ اسے استانبول کہنے لگے جسے مسلمانوں نے بدل کر اسلامبول بنا دیا۔ خلافت عثمانیہ کے بعض سرکاری کاغذات پر اسلامبول بھی لکھا گیا لیکن باقاعدہ سرکاری نام قسطنطنیہ ہی رہا۔ خلافت عثمانی کے آخری دور میں اسے "الاستانہ" ــــ "السنقادہ" اور "الباب العالی" کے نام بھی دیئے گئے۔ یہاں تک کہ جب خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا تو 1930ء میں اس کا باقاعدہ سرکاری نام "استنبول" ہو گیا اور اب یہ شہر اسی نام سے معروف ہے۔

تاریخی اعتبار سے اس شہر کو جو اہمیت حاصل رہی ہے روم اور ایتھنز کے سوا کوئی اور دوسرا شہر استنبول کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ گیارہ سو سال تک اپنے عہد کی دنیا کی سب سے بڑی طاقت سلطنت روما کا پایہ تخت رہا۔ خلافت عثمانیہ کے قبضے میں آنے کے بعد یہ تقریباً پانچ سو سال تک عثمانی خلفاء کا پایہ تخت رہا۔

اسلامی تاریخ میں اس شہر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پیغمبر اسلام کی کم و بیش چار احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر پر جہاد کرنے والے لشکر کو مغفرت کی بشارت دی ہے۔ اس شہر پر مسلمانوں کی جانب سے پہلا حملہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں ہوا۔ اس حملے میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کرامؓ شامل تھے' جن میں حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی شامل تھے۔ مسلم افواج کی جانب سے محاصرے کے دوران حضرت ایوب انصاریؓ نے وفات پائی اور قسطنطنیہ کی دیوار کے نیچے مدفون ہوئے۔ اس محاصرے میں قسطنطنیہ فتح نہ ہو سکا اور لشکر اسلام واپس آ گیا۔ حدیث نبویؐ میں بیان کردہ سعادت کے حصول کے لئے بہت سے مسلم حکمرانوں نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا جن میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ' ہشام بن عبدالملک' مہدی عباسی' ہارون رشید وغیرہ شامل ہیں۔ بعض محاصروں میں شہر کے گرد باقاعدہ مکانات بھی تعمیر کر لئے گئے' لیکن شہر فتح نہ ہو سکا۔

قسطنطنیہ کی فتح میں ناکامی کے اسباب

- اس شہر کا محل وقوع ایسا تھا کہ اس کے گرد سمندری خلیجوں نے حصار سا قائم کیا ہوا تھا۔
- یہ پہاڑی علاقہ تھا جس میں سردیوں کا موسم خاص طور پر عرب کے صحرا نشینوں کے لئے ناقابل برداشت ہو جاتا تھا۔
- اس شہر کے گرد یکے بعد دیگرے تین فصیلیں تھیں' جن میں ایک سو سترفٹ کے فاصلے سے مضبوط برج بنے ہوئے تھے ہر فصیل انتہائی مستحکم تھی' اور پہلی اور دوسری فصیل کے درمیان ایک ناقابل عبور خندق بنی ہوئی تھی جو ساٹھ فٹ چوڑی اور سو فٹ گہری تھی اور اس لحاظ سے یہ قلعہ دنیا کا سب سے مستحکم اور ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔
- عیسائی دنیا میں قسطنطنیہ کو جو سیاسی اور مذہبی مقام حاصل تھا' اس کے پیش نظر اس پر آنچ آتی دیکھ کر پوری عیسائی دنیا اپنی جان کی بازی لگانے کے لئے تیار ہو جاتی تھی۔

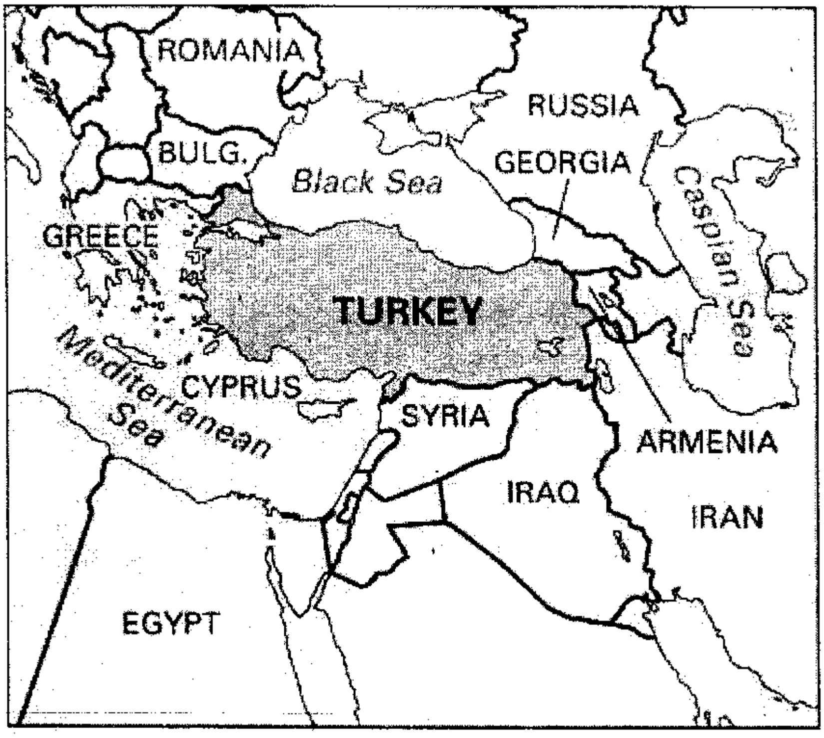

عثمانی فاتحین اور قسطنطنیہ

سلاطین آل عثمان میں سے سب سے پہلے بایزید یلدرم نے آس پاس کی متعدد جنگی مہمات میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد 1402ء میں قسطنطنیہ کا پوری قوت کے ساتھ محاصرہ کیا۔ بایزید اپنی شجاعت و بسالت اور جنگی تدبیروں کی وجہ سے یورپ کے لئے ایک صاعقہ آسمانی سے کم نہ تھا اور اسی وجہ سے اس کا لقب "یلدرم" مشہور ہو گیا جس کے معنی "بجلی" کے ہیں۔ وہ ان تمام صلاحیتوں کا مالک تھا جو اس ناقابل تسخیر شہر کو فتح کرنے کے لئے ضروری تھیں اور قریب تھا کہ وہ اس مہم میں کامیاب ہو جائے لیکن بعض سیاسی وجوہ کی بناء پر پیچھے سے تیمور لنگ نے اس کے علاقے پر حملہ کر دیا اور اس کے ایک بیٹے کو بھی قتل کر ڈالا۔ اس لئے بایزید یلدرم کو قسطنطنیہ کا محاصرہ اٹھا کر واپس آنا پڑا۔ یہ ایک المیہ ہے کہ رومیوں سے ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے بجائے اسے انقرہ کے مقام پر تیمور لنگ کے ساتھ ایک زبردست معرکہ پیش آ گیا' اس معرکے میں تیمور کو فتح ہوئی اور اس نے بایزید یلدرم کو گرفتار کر لیا اور ایک آہنی سلاخوں والی پالکی میں قید کر کے لے گیا اور اسی قید میں اس کی وفات ہو گئی اور اس طرح فتح قسطنطنیہ تقریباً پچاس سال پیچھے چلی گئی۔

سلطان محمد فاتح کی جنگی حکمت عملی

فتح قسطنطنیہ کی سعادت خاندان آل عثمان کے ساتویں نوجوان خلیفہ سلطان محمد فاتح کی قسمت میں لکھی تھی۔ اس نوعمر شہزادے نے 22 سال کی عمر میں خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تھی لیکن اپنی خداداد صلاحیتوں سے وہ بہت جلد اپنے اسلاف پر سبقت لے گیا۔ اس نے بڑی باریک بینی سے ان اسباب کا جائزہ لیا اور اب تک قسطنطنیہ کی فتح میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے اور اپنے تدبر' شجاعت اور اولوالعزمی کے ذریعے جنگ کا ایسا نقشہ تیار کیا جو بالآخر فتح پر منتج ہوا۔

اہل قسطنطنیہ کو لڑائی کے وقت عموماً دوسرے اہل یورپ سے جو امداد ملتی تھی وہ بحیرۂ اسود سے آبنائے باسفورس میں داخل ہو کر قسطنطنیہ پہنچتی تھی' لہٰذا قسطنطنیہ کو اس کے حلیفوں سے کاٹنے کے لئے باسفورس پر مکمل قبضہ ضروری تھا۔ اس غرض کے لئے بایزید یلدرم نے باسفورس کے مشرقی ایشیائی ساحل پر ایک قلعہ تعمیر کیا تھا جو اناضول حصار کے نام سے مشہور ہے اور اب تک موجود ہے۔ لیکن سلطان محمد فاتح نے محسوس کیا کہ صرف ایک کنارے پر واقع یہ قلعہ باسفورس پر مکمل کنٹرول کر لئے کافی نہیں' لہٰذا اس نے اس قلعے کے بالمقابل یورپی ساحل پر ایک زبردست قلعہ تعمیر کیا جو رومیلی حصار کہلاتا ہے۔

رومیلی حصار کی تعمیر

اس قلعے کی تعمیر بھی سلطان محمد فاتح کا ایک عظیم تاریخی کارنامہ ہے۔ یہ تاریخی عمارت جس کا نقشہ سلطان محمد فاتح کے ایک انجینئر مصلح الدین آغا نے تیار کیا تھا' تین ہزار مربع میٹر کے رقبے میں پھیلی ہوئی ہے اور سترہ برجوں پر مشتمل ہے۔ اس قلعے کا نقشہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص ہوائی جہاز سے دیکھے تو "محمد ﷺ" لکھا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ سترہ برجوں میں سے بلند ترین برج جو "سروکا" کہلاتا ہے' تقریباً نوے فٹ بلند ہے جس کی دیوار نو میٹر آثار کی ہے۔ فصیل کی دیواریں پانچ سے پندرہ میٹر تک بلند ہیں۔ اس قلعے کی محیر العقل بات یہ ہے کہ یہ پورا قلعہ صرف چار مہینے اور چار دن میں تیار ہوا تھا۔ اس کی تعمیر 24 اپریل 1452ء کو شروع ہوئی اور 28 اگست 1452ء کو مکمل ہو گئی۔ آج کے دور میں جبکہ فن تعمیر کہاں سے کہاں پہنچ چکا ہے شاید ایسے قلعے کا نقشہ بھی چار ماہ میں تیار نہ ہو سکے۔

اس قلعے کی تعمیر کے بعد باسفورس سے گزرنے والا ہر جہاز عثمانیوں کی دو طرفہ توپوں کی زد میں آ گیا۔ قسطنطنیہ کی دیواریں توڑنے کے لئے معمولی توپیں کافی نہ تھیں' اس لئے سلطان محمد فاتح نے پیتل کی ایک ایسی توپ تیار کی جس کے برابر اس وقت روئے زمین پر کوئی توپ موجود نہ تھی' جس کے ذریعے ڈھائی فٹ قطر کا آٹھ من وزنی گولہ ایک میل تک پھینکا جا سکتا تھا۔ جب اس توپ کا پہلا تجربہ کیا گیا تو گولہ ایک میل دور گر کر زمین میں چھ فٹ نیچے دھنس گیا۔

گولڈن ہارن (سنہری سینگ)

قسطنطنیہ چونکہ باسفورس' بحیرۂ مرمرا اور شاخ زریں (گولڈن ہارن) نامی سمندروں سے گھرا ہوا ہے اور اس کے صرف مشرقی جانب خشکی ہے۔ اس لئے اس پر کامیاب حملے کے لئے ایک طاقتور بحری بیڑہ بھی ضروری تھا۔ چنانچہ محمد فاتح نے ایک سو چالیس جنگی کشتیوں پر مشتمل ایک بحری بیڑہ بھی تیار کر لیا۔ ان تیاریوں کے بعد سلطان نے قسطنطنیہ کا اس طرح محاصرہ کیا کہ بری فوج شہر کی مشرقی فصیل کے سامنے پہنچ گئی' اور بحری بیڑہ آبنائے باسفورس میں پھیل گیا۔ قسطنطنیہ کا محل وقوع کچھ ایسا ہے کہ باسفورس کی ایک پتلی سی شاخ ایک سینگ کی شکل میں مشرق کی طرف جاتی ہے جو شاخ زریں (گولڈن ہارن) کہلاتی ہے۔ قسطنطنیہ کی بندرگاہ اسی گولڈن ہارن پر واقع تھی۔ لہٰذا باسفورس سے بندرگاہ یا شہر کی جنوبی دیوار کے سامنے پہنچنے کے لئے گولڈن ہارن سے گزرنا ضروری تھا لیکن اہل قسطنطنیہ نے اس گولڈن ہارن کے اس دہانے پر جو باسفورس میں گرتا ہے لوہے کا ایک بڑا زنجیرہ باندھ دیا تھا جس کی وجہ سے کوئی جہاز باسفورس سے گولڈن ہارن میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ محمد فاتح کے جہاز اس زنجیر کے باعث باسفورس میں محدود ہو گئے تھے اور جہازوں کے ذریعہ بندرگاہ کا محاصرہ کرنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ فصیل پر حملہ صرف مشرق کے خشکی کے راستے سے ممکن نہ تھا اور اہل شہر نے بحری سمت کو مکمل محفوظ سمجھ کر اپنی ساری طاقت مشرق کی فصیل پر لگا دی تھی۔ اس لئے اس راستے سے کامیابی ممکن نظر نہیں آتی تھی' بہت دن گزر گئے' لیکن گولڈن ہارن میں پہنچنے کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکی۔

سلطان محمد فاتح کا ایک محیر العقول فیصلہ

آخر کار ایک دن سلطان محمد فاتح نے ایک ایسا فیصلہ کیا جو دنیا کی تاریخ میں اس کی منفرد اور محیر العقول یادگار بن گیا۔ اس کا فیصلہ یہ تھا کہ جہازوں کو گولڈن ہارن میں پہنچانے کے لئے انہیں دس میل خشکی پر چلا کر لے جایا جائے گا اور اس غرض کے لئے باسفورس کے مغربی ساحل سے جہاز خشکی پر چڑھا کر انہیں ایک ترچھے راستے سے گولڈن ہارن کے بالائی جنوبی کنارے تک پہنچایا جائے گا اور وہاں سے انہیں گولڈن ہارن میں ڈال دیا جائے گا۔ خشکی کا یہ درمیانی علاقہ انگریز مورخ گبن کے مطابق تقریباً دس میل لمبا اور سخت ناہموار اور پہاڑی اتار چڑھاؤ سے معمور تھا لیکن محمد فاتح کی اولوالعزمی نے یہ محیر العقول عجوبہ صرف ایک رات میں کر دکھایا۔ اس نے خشکی کے اس راستے پر لکڑی کے تختے بچھوائے۔ انہیں چکنا کرنے کے لئے ان پر چربی ملوائی' پھر ستر جہاز نما کشتیوں کو یکے بعد دیگرے باسفورس سے ان تختوں پر چڑھا دیا۔ ہر کشتی پر دو ملاح سوار تھے اور ہوا کی مدد لینے کے لئے بادبان بھی کھول دیئے گئے تھے' ان کشتیوں کو بیل اور آدمی کھینچتے ہوئے دس میل کی یہ پہاڑی مسافت طے کر کے گولڈن ہارن تک لے گئے۔

ستر کشتیوں کا یہ جلوس رات بھر مشعلوں کی روشنی میں محو سفر رہا۔ بازنطینی فوج قسطنطنیہ کی فصیل سے باسفورس کے مغربی ساحل پر مشعلوں کی چہل پہل دیکھتی رہی لیکن اندھیرے کی وجہ سے سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ بالآخر جب صبح کے اجالے نے راز سے پردہ اٹھایا تو محمد فاتح کی ستر کشتیاں اور بھاری توپ خانہ گولڈن ہارن کے بالائی علاقے پر پہنچ چکا تھا۔

دس میل خشکی پر جہاز چلانے کا یہ کارنامہ جو محمد فاتح سے پہلے کسی کے تصور میں نہ آیا ہو گا اس قدر حیرت انگیز ہے کہ مغرب کے متعصب مورخین بھی اس پر حیرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے۔ ایڈورڈ گبن جیسے مورخ نے بھی اس کو ایک معجزہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

گولڈن ہارن میں عثمانی کشتیوں کے پہنچنے کا ایک فائدہ

یہ تھا کہ یہاں سمندر کا پانی اتھلا تھا' اور زیادہ گہرائی نہ ہونے کی وجہ سے بازنطینیوں کے بڑے بڑے جہاز اس میں آزادی سے نقل و حرکت نہ کر سکتے تھے اس کے برعکس عثمانی کشتیاں نسبتاً چھوٹی تھیں۔ چنانچہ یہاں کی بحری لڑائی میں عثمانیوں نے آسانی سے فتح پائی اور بندرگاہ کی جانب سے بھی شہر کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان محمد فاتح نے گولڈن ہارن پر ایک پل تعمیر کیا اور اس پر اپنا بھاری توپ خانہ نصب کرا دیا۔ شہر پر سات ہفتوں کی دو طرفہ گولہ باری نے شہر کی فصیلوں میں تین بڑے شگاف پیدا کر دیئے۔ ایڈورڈ گبن کے الفاظ میں

"وہ فصیلیں جو صدیوں سے ہر دشمن کے تشدد کا مقابلہ کر رہی تھیں' عثمانی توپوں نے ہر طرف سے ان کا حلیہ بگاڑ دیا' ان میں بہت سے شگاف پڑ گئے اور (سینٹ رومانوس کا دروازہ جو بعد میں توپ کاپی کے نام سے مشہور ہوا) کے قریب چار مینار زمین کی سطح کے برابر ہو گئے"۔

24 مئی 1453ء کو بازنطینی بادشاہ قسطنطنین کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر وہ ہتھیار ڈال کر شہر سپرد کر دے تو رعایا کی جان و مال سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا اور موریا کا علاقہ اسے دے دیا جائے گا لیکن قسطنطنین نے یہ پیشکش مسترد کر دی۔

فیصلہ کن حملہ

29 مئی کی رات عثمانی فوجوں نے ذکر و تسبیح اور دعاؤں میں گزاری۔ نماز فجر کے بعد محمد فاتح نے عام حملہ کا حکم دے دیا اور کہا کہ ہم ان شاء اللہ ظہر کی نماز آیا صوفیہ کے کلیسا میں ادا کریں گے۔ حملہ مختلف سمتوں سے شروع کیا گیا لیکن زیادہ زور سینٹ رومانس کے دروازے پر تھا کیونکہ یہاں کی دیوار بہت مجروح ہو چکی تھی۔ خندق کو اوپر سے عبور کرنے کے لئے سیڑھیاں اور کمندیں ڈال دی گئی تھیں۔ بازنطینی اس روز غیر معمولی شجاعت سے لڑے اور دوپہر تک کوئی ایک سپاہی بھی شہر میں داخل نہ ہو سکا۔ بالآخر سلطان محمد فاتح نے اپنی خصوصی فوج ینی چری کو لے کر سینٹ رومانس کے دروازے کی طرف بڑھا اور ینی چری کا سردار آغا حسن اپنے تیس جانباز ساتھیوں کے ساتھ دیوار پر چڑھ گیا۔ حسن اور اس کے اٹھارہ ساتھی دیوار پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے اور اس کے بعد دوسرے عثمانی دستے بھی یکے بعد دیگرے پہنچتے گئے اور اس طرح دیوار قسطنطنیہ پر سرخ ہلالی پرچم لہرا دیا گیا۔

بازنطینی بادشاہ قسطنطنیہ جو اب تک بے جگری سے حالات کا مقابلہ کر رہا تھا اپنے بعض انتہائی بہادر ساتھیوں کے حوصلہ چھوڑ دینے کے بعد مایوس ہو گیا اور اس نے پکار کر کہا کہ "کیا کوئی عیسائی نہیں ہے جو مجھے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دے؟" لیکن جب کوئی جواب نہ ملا تو اس نے شاہان روم (قیاصرہ) کی خاص پوشاک اتار کر پھینک دی اور عثمانی فوج کے بڑھتے ہوئے سیلاب میں گھس کر ایک سپاہی کی طرح بہادری سے لڑتے ہوئے جان دے دی۔ اس کی موت پر گیارہ سو سالہ بازنطینی سلطنت روما کا خاتمہ ہو گیا جس کی ابتدا بھی قسطنطنین سے ہوئی اور انتہا پر ہو گئی۔ اس کے بعد "قیصر" کا لقب ہی تاریخی داستان بن کر

(باقی صفحہ ۲ پر)

لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

ترکان عثمانی کا دور حکومت بیک وقت تین براعظموں میں پھیلے ہوئے وسیع و عریض علاقوں پر ایک ہی خاندان کے بلاشرکت غیرے اور پوری طرح موثر طویل ترین اختیار و اقتدار کی ایک نادر مثال ہے' جو اپنی رعایا کے لئے بالعموم باعث رحمت بنا اور بالخصوص حجاز' لیبیا اور ایسی ہی دوسری بنجر' بیابان و سنگلاخ زمینوں سے تو دربار خلافت نے کبھی کسی بازیافت کا سوچا تک نہیں' ان پر ہمیشہ اپنے پاس سے خرچ کیا.... سلاطین و خلفائے عثمانی اور ترک مسلمان خود بھی بڑے ہی جفاکش اور سادہ لوگ تھے۔ عیش و نشاط کی وہ عادات بد جو اکثر مسلمان خاندانوں کو لے بیٹھیں' ان میں نہ ہونے کے برابر تھیں چنانچہ شراب نوشی جیسی علت سے بھی ایک دو حکمرانوں کے سوا سب محفوظ رہے۔ قانون پسندی شروع سے ہی ان کے مزاج میں داخل تھی اور یہ بھی نہیں کہ قانون صرف رعایا کے لئے ہو' حکمران قانون سے بالاتر ہوں۔ غلط یا صحیح جو قانون کسی سلطان یا خلیفہ نے از خود یا علماء و عمائدین سلطنت کے مشورہ سے بنا دیا' اس کی خود سلاطین و خلفاء نے بھی عام لوگوں کی طرح پابندی کی۔

... فلسطین کی سرزمین مقدس ہونے کے باعث عثمانی خلفاء کے لئے ہمیشہ باعث تکریم رہی ہے۔ دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یروشلم کا قبضہ دیتے ہوئے عیسائیوں نے دیگر شرائط کے ایک شرط یہ بھی منوائی تھی کہ یہودیوں کو اس شہر میں آنے کی اجازت تو ہو گی' رہنے اور بسنے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ اس شرط پر ہر مسلمان حکمران نے پوری طرح عمل در آمد کرایا۔ سلطان عبدالحمید ثانی کے زمانے میں جب پورا فلسطین خلافت عثمانیہ کے مقبوضات کا حصہ تھا' دربار خلافت سے ۱۸۸۸ء میں یہ فرمان جاری ہوا کہ یہ شرط پورے فلسطین پر عائد ہو گی یعنی یہودی زائرین یہاں کے کسی بھی حصے میں تین ماہ سے زیادہ قیام نہ کریں۔ یہودیوں نے خلافت عثمانیہ کو اندر باہر سے کمزور ہوتے دیکھ کر کوشش کی کہ یہودیوں پر سے یہ پابندی ہٹا دی جائے۔ خلفائے عثمانیہ اس وقت تک کمزور ہو چکے تھے اور خزانے کی بھی پہلی سی حالت نہ تھی لیکن اس کے باوجود سلطان نے اس سلسلے میں ہر پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

... "۱۹۰۰ء میں ایک یہودی قرہ صوافندی ایک ترک افسر عارف بک کی وساطت سے سلطان عبدالحمید کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان کو بتایا کہ اسے صیہونی جمعیت کی طرف بھیجا گیا ہے اور اس کے آنے کا مقصد یہ ہے کہ سلطان یافا' غزہ اور بحر مردار کے درمیان واقع اراضی جمعیت صیہونی کو عطا کر دے اور جمعیت صیہونی اس کے عوض ۵۰ لاکھ سنہری عثمانی پونڈ سرکاری خزانے کو پیش کرنے کے لئے تیار ہے۔ علاوہ ازیں ۲۰ لاکھ پونڈ حکومت کو بلاسود قرض دے گی۔ اس قرض کی واپسی کی مدت بھی حکومت معین کر سکتی ہے۔ سلطان یہ سن کر سخت غضبناک ہوا اور اس یہودی کو اپنے دربار سے نکلوا دیا"۔

ایک بار پھر مشہور صیہونی لیڈر ڈاکٹر ہرتزل تھیوڈور نے سلطان سے اسی طرح کے اقدام کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس کا جو جواب سلطان کی طرف گیا وہ یوں تھا کہ ڈاکٹر ہرتزل کو سمجھا دیا جائے کہ وہ اس معاملے میں کوئی سنجیدہ قدم اٹھانے سے گریز کرے۔ میں فلسطین کی بالشت بھر زمین سے بھی دستبردار ہونے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ فلسطین میری شخصی ملکیت نہیں ہے۔ یہ میری قوم کی ملکیت ہے۔ میری قوم نے اس سرزمین کی خاطر مدتوں جہاد کیا ہے اور اسے اپنے خون سے سینچا ہے۔ یہودیوں کو اپنے لاکھوں پونڈ اپنے ہی پاس رکھنے چاہئیں۔ ہاں' اگر کسی روز میری سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تو اس وقت وہ فلسطین بلاقیمت ہی حاصل کر سکتے ہیں' مگر میرے جیتے جی یہ نہیں ہو گا۔ میرے لئے یہ آسان ہے کہ میرے جسم کی تکا بوٹی کر دی جائے۔ مگر یہ آسان نہیں ہے کہ فلسطین کو میری سلطنت سے کاٹ دیا جائے۔ یہ بات ہرگز ہرگز نہ ہو گی۔ میں کبھی اس بات پر صاد نہیں کر سکتا کہ ہماری زندگی میں ہمارے جسم کے حصے بخرے کر دیئے جائیں۔

اقتدار احمد مرحوم کی کتاب "زبان یار من ترکی..." سے ایک اقتباس)

"ادخلوا فی السلم کافہ" کا تقاضا ہے کہ ہم قرآن و سنت کو ریاست کا سپریم لاء قرار دیں

سودی نظام کے خاتمے کے حوالے سے "گیند" ہر اعتبار سے وزیراعظم کے کورٹ میں آچکی ہے!

ملت اسلامیہ پاکستان کے مقدر کا ستارہ —— مگر کون؟

نعیم اختر عدنان

پاکستان کو اگر مملکت خداداد کا نام دیا جاتا ہے اور اسے لا الہ کے نام پر بننے والی ریاست قرار دیا جاتا ہے تو یقیناً یہ ملک بجا طور پر اس کا مصداق ہے۔ صنم خانہ ہند کی سرزمین کو مشرف بہ اسلام کرنے کا شرف و امتیاز کئی صدیوں پر محیط مخلصانہ تجدیدی و تحریکی کوششوں کا مرہون منت ہے۔ محمد بن قاسمؒ سے لے کر تحریک شہیدین تک کے طویل تاریخی سفر میں اس خطہ ارضی کو اسلام کی روشنی نصیب ہوئی اور اسلام کے نور ہدایت کی کرنیں ہندوستان کے طول و عرض میں اپنی ضوفشانی کرنے لگیں۔ ہندوستان میں مغلیہ عہد میں مسلمانوں کو اسی خطے میں ہر طرح کا اقبال و عروج نصیب ہوا مگر پھر ؎ "ہر کمال را زوال" کے مصداق مسلم ہندوستان انگریزوں کا محکوم و باج گزار ہی نہیں بلکہ "کافرستان" کا روپ اختیار کر گیا۔ مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہؒ، سید احمد شہید و شاہ اسماعیل شہیدؒ، اسیر مالٹا محمود حسنؒ دیوبندی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال، قائداعظم، سرسید احمد خان، مولانا الطاف حسین حالی، مولانا الیاسؒ اور مولانا مودودیؒ جیسے نابغہ روزگار افراد ملت نے ہندوستان میں بسنے والی ملت اسلامیہ کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ان ہی بزرگوں کی مساعی جلیلہ کے نتیجے میں تحریک پاکستان معرض وجود میں آئی جس کے تکمیلی مرحلے کی قیادت کا شرف مسلم لیگ کو حاصل ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد دستوری سطح پر قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد طویل عرصے تک اس کے جملہ تقاضوں کو پورا کرنے کی بجائے اس سے صرف نظر کر کے اسے داستان پارینہ بنا دیا گیا۔ ۴۹ء میں منظور ہونے والی قرارداد مقاصد مسلسل نظرانداز کئے جانے کی وجہ سے پژمردہ اور بے روح ہو چکی تھی کہ ضیاء الحق مرحوم نے اسے آئین کے دیباچے سے نکال کر مملکت کی مقدس اور اعلیٰ ترین دستاویز، دستور پاکستان کا باقاعدہ حصہ بنا کر اسے گویا "زندہ" کر دیا۔ ملک کو اسلام کا گہوارہ بنانے کے لئے وفاقی شرعی عدالت جیسے ٹھوس اور قابل قدر ادارے کا قیام بھی اسی مبارک سلسلے کی اہم ترین کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر بعض مصلحتوں اور اسباب کی وجہ سے ضیاء الحق مرحوم نے خود ہی وفاقی شرعی عدالت کو امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے بقول "دو بیڑیاں اور دو ہتھکڑیاں" پہنا دیں۔ ان بیڑیوں میں سے ایک بیڑی دس سالہ مدت کے لئے اقتصادی اور معاشی نظام کو اسلام کے عادلانہ نظام کی "دست برد" سے کامل طور پر محفوظ رکھنے کے لئے پہنا دی گئی۔ دس سالہ مدت ختم کیا ہوئی وفاقی شرعی عدالت کے

لمحہ فکریہ

پاس معاشی نظام پر ہاتھ ڈالنے کا موقع آگیا۔ ملک کی قابل فخر اور نامور قانونی و دینی شخصیت جناب جسٹس (ر) تنزیل الرحمٰن کی سربراہی میں شرعی عدالت نے "ضرب کلیمی" کا مظاہرہ کرتے ہوئے موجودہ سودی نظام کو خلاف اسلام قرار دے دیا۔ اس تاریخ ساز فیصلے سے دین و ملت کے بہی خواہوں کے ہاں گھی کے چراغ روشن ہو گئے مگر "طرز کہن اور نظام باطل" کے پرستاروں کے ہاں صف ماتم بچھ گئی۔ باطل کے ان وفا کیشوں کو جب اپنی کشتی ڈولتی اور ڈوبتی نظر آئی تو انہوں نے ع "نظام کہنہ کے پاسبانوں" کا وطیرہ اپناتے ہوئے سود کی حرمت کے تاریخی فیصلے کو سرد خانے میں ڈالنے کے لئے اس کے خلاف شریعت اپیلیٹ بینچ میں نظر ثانی کی اپیل دائر کر دی جو طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ہنوز اپنی سماعت کی منتظر ہے۔

۹۷ء کے سال کو پاکستان کی عدالتی تاریخ میں "عدالتی ایکٹوازم" کے طور پر یاد رکھا جائے گا مگر سابق صدر فاروق لغاری، جسٹس سجاد علی شاہ، جناب وہاب الخیری سمیت کسی نے بھی سرد خانے میں پڑی اس اپیل کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور تادم تحریر اس کی صدا اور صدائے بازگشت دونوں سے ہماری قوت سامعہ قطعی ناآشنا ہے۔ ہمارے علماء کی عظیم اکثریت "مذہبی سروس" کی حد تک خاصی مصروف کار رہے جبکہ سیاسی میدان میں برسرپیکار مذہبی جماعتوں کے قائدین ہرچند کہیں کہ ہے نہیں ہے کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ لے دے کر ایک قاضی حسین احمد رہ جاتے ہیں جن کی گھن گرج سے جلسہ گاہیں بھی آگاہ و گواہ ہیں اور اخبارات کے صفحات بھی اس کے شاہد و عادل ہیں..... مگر محترم قاضی حسین احمد اور جماعت اسلامی کی یہ ساری "تگ و تاز" "آہ وہ تیر نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف" کے مصداق بے مقصدی کے صحرائے تیہ میں بھٹک کر رہ گئیں ہیں.... لیکن اقبال کے خوابوں کا پیکر، خود آگاہی و خدا مستی کی صفات سے متصف، بیدار قلب اور روشن ضمیر کے مالک ایک دیوانے بلکہ فرزانے کے جن نعرہ ہائے مستانہ سے مردہ دلوں کو نئی زندگی مل رہی ہے ان میں نمایاں ترین یہ ہے کہ "باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو، کتنا حسیں فریب ہے جو کھا رہے ہیں ہم"۔ دعوت رجوع الی القرآنؐ کی تحریک کے پاسبان و علمبردار، امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے وفاقی شرعی عدالت کے سود کی حرمت کے تاریخی فیصلے کے پنہاں و عیاں گوشوں سے ملت اسلامیہ پاکستان کے خاص و عام طبقہ کو آگاہ رکھنے کے لئے اپنی بساط سے بڑھ کر "ترغیب و ترہیب" کے زریں اصول پر مبنی بھرپور دعوتی مہم یہ سوچ کر چلا رکھی ہے کہ اک طرز تغافل ہے سو ان کو مبارک، اک عرض تمنا ہے سو وہ ہم کرتے رہیں گے۔ یہ مرد قلندر ملک کے حکمرانوں سے بار بار یہی مطالبہ کرتا رہا ہے کہ "ادخلوا فی السلم کافہ" کا تقاضا ہے کہ ہم قرآن و سنت کو ریاست کا سپریم لاء قرار دے کر ملک و ملت کی کامیابی کی راہ کھول دیں، سودی نظام کو ختم کر کے اپنے مالک حقیقی سے اعلانیہ جنگ بند کر کے صلح کر لیں۔ میاں نواز شریف کو جب دوسری بار قوم و ملک کی تقدیر کا مالک و وارث بنایا گیا تو ان کے والد بزرگوار جناب میاں محمد شریف اپنے لائق فرزندوں کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کے "خادم و عاشق اور داعی" کے پاس دو بار تشریف لائے۔ ایک بار خود ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے جناب وزیراعظم سے وزیراعظم ہاؤس میں ملاقات کی، ان ملاقاتوں میں یہی بات موضوع گفتگو رہی کہ دستور پاکستان کو منافقت سے پاک کر کے دستور خلافت کی تکمیل کرنا اور

سودی نظام کو ختم کر کے اسلام کا عادلانہ معاشی نظام نافذ کرنا ہمارا دینی فریضہ ہے۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی "یاددہانی" کے نتیجے میں میاں نواز شریف نے ملکی معیشت سے سود کی لعنت اور خباثت کو ختم کرنے کے لئے راجہ ظفرالحق کی سربراہی میں اعلیٰ سطحی کمیشن قائم کر دیا۔ اس کمیشن کے ممبران میں معروف قانون دان جناب ایم اسلحق، جسٹس مفتی تقی عثمانی اور ڈاکٹر شیر زمان شامل ہیں۔ سودی نظام کو کس طرح ختم کیا جائے؟ اس کے لئے کمیشن کے سربراہ جناب راجہ ظفرالحق نے ۱۰۵ صفحات پر مشتمل تفصیلی رپورٹ وزیراعظم کو باقاعدہ پیش بھی کر دی ہے۔ راجہ صاحب نے ہفت روزہ "تکبیر" کو دیئے گئے انٹرویو میں بڑے پتے کی باتیں کی ہیں جو اس لائق ہیں کہ انہیں وسیع حلقے تک پہنچایا جائے۔

مذہبی امور کی مرکزی وزارت کے منصب جلیلہ پر فائز راجہ صاحب نے بتایا ہے کہ ملک سے سودی نظام کے خاتمے کے لئے ہم نے اپنی رپورٹ میں تین مراحل تجویز کئے ہیں۔ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے سودی قرضوں کا خاتمہ کیسے ہو؟ کمیشن کی رپورٹ میں اس پہلے مرحلے کے لئے درکار اقدامات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ دوسرے مرحلہ میں "داخلی سود کے خاتمے کا طریقہ کار" تجویز کیا گیا ہے جبکہ بیرونی ممالک یا بین الاقوامی مالیاتی و تجارتی اداروں کے ساتھ سودی معاملات کا خاتمہ کیسے ہو؟ یہ تیسرا مرحلہ ہے۔

راجہ ظفرالحق نے یہ بھی بتایا کہ ملک میں ڈیڑھ دو سال کی مدت کے اندر اندر غیر سودی نظام نافذ کیا جا سکتا ہے۔ کمیشن نے سودی نظام کے خاتمے کے لئے آئین و قانون میں مطلوبہ تبدیلیوں پر مشتمل مسودہ قانون بھی مرتب کر دیا ہے، یوں سودی نظام کے خاتمے کے حوالے سے "گیند" ہر اعتبار سے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کے کورٹ میں آ چکی ہے۔ کمیشن نے وزیراعظم کو پریس بریفنگ بھی دے دی ہے چنانچہ اب میاں محمد نواز شریف پر ہر اعتبار سے اتمام حجت ہو چکی ہے۔ لہٰذا وزیراعظم جرات ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سود کے خاتمے کا اعلان کر کے پاکستان کو حقیقی پاکستان بنانے کی راہ ہموار کر دیں تاکہ پاکستان پوری ملت اسلامیہ اور عدل و انصاف کی خواہاں انسانیت کے لئے "لائٹ ہاؤس" کا مقام حاصل کر لے اور وزیراعظم میاں محمد نواز شریف بھی وہ فرد قوم بن جائیں جنہیں ملت اسلامیہ پاکستان کے مقدر کا ستارہ قرار دیا جا سکے۔

غیر ملکی سودی قرضوں کی اصل حقیقت

شیطان پارٹی نے دنیا پر قابض ہونے کے لئے جو شیطانی منصوبہ بنایا ہوا ہے، اسے پراٹوکولز کہتے ہیں۔ اس میں چوبیس دستاویزات ہیں۔ پراٹوکول نمبر ۲۰ میں درج ہے۔

"ہم اپنی جمع شدہ رقوم کو گردش میں آنے سے روک کر دنیا کی حکومتوں کے لئے اقتصادی بحران پیدا کرتے ہیں۔ پھر ان حکومتوں کو قرضے حاصل کرنے کے لئے ہمارے سامنے درخواستیں پیش کرنا پڑتی ہیں۔ ان قرضوں نے حکومتوں کو سود کی ادائیگی کے بوجھ تلے دبا رکھا ہے۔

قرضہ خواہ کوئی ہو، حکومت کی مالی کمزوری ثابت کرتا ہے۔ قرضے حکمرانوں کے سروں پر تلوار کی طرح لٹکتے رہتے ہیں۔ یہ حکمران ہمارے بھکاریوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے دوڑتے آتے ہیں حالانکہ یہ عارضی ٹیکسوں کے ذریعہ اپنے عوام سے بھی اتنی رقوم حاصل کر سکتے ہیں۔ پھر یہ حکومتیں ان قرضوں کو اتار پھینکنے کی بجائے، بڑھاتی چلی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا سود اصل زر سے کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور انہیں سود ادا کرنے کے لئے ہم سے مزید قرضے لینے پڑتے ہیں اور اصل زر بدستور ان کے ذمہ رہتا ہے۔

اس طرح ان ملکوں کی دولت ہمارے خزانوں میں آ جاتی ہے اور وہ ہمارے باج گزار بن جاتے ہیں۔ یہ ہمارے ایجنٹوں کا کمال ہے کہ انہوں نے ان حکمرانوں کے سامنے غیر ملکی قرضوں کا معاملہ اس طرح سے پیش کیا کہ انہیں باور کرا دیا کہ قرضوں کے بغیر ان کے ملک اقتصادی ترقی نہیں کر سکتے۔ پہلے پہل انہیں قرضے لینے پر آمادہ کرنے کے لئے ہم نے ان کی انتظامیہ کو رشوت دی اور حکمرانوں کی نالائقی اور نااہلی سے بھی فائدہ اٹھایا"۔

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ پاکستان اس وقت پوری طرح شیطان پارٹی کی گرفت میں ہے۔ ہم معاشی لحاظ سے دیوالیہ اور اخلاقی لحاظ سے تباہ ہو چکے ہیں۔ نظم و نسق کو دہشت گردی کے ذریعہ ختم کر دیا گیا ہے اور کیا جا رہا ہے۔ علاج صرف ایک ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آئیں۔ اسلامی معاشی نظام کی طرف لوٹیں۔ اسلامی جمہوری نظام اپنائیں۔ مغرب کی مرعوبیت سے نکلیں۔ غیر ملکی قرضے لینے بند کر دیں اور اپنی ضروریات اپنے عوام کی مالی امداد سے پوری کریں۔ قرض خواہوں کو صاف کہہ دیں کہ ہمارے مذہب میں سود حرام ہے۔ اب تک ہم سے جو سود وصول کیا گیا ہے، اسے اصل زر سے منہا کیا جائے۔ اگر اصل زر کی کوئی رقم باقی رہ جائے تو اسے ہم آسان قسطوں میں واپس کر دیں گے مگر یہ کام وہی حکومت کر سکتی ہے جس پر عوام کو بھروسہ ہو اور عوام اس کے کہنے پر اس کی پوری امداد پر آمادہ ہو جائیں۔ جس حکومت پر عوام کو اعتماد نہ ہو اور جو اللوں تللوں اور بندر بانٹ پر سرکاری خزانہ لٹا رہی ہو، اس سے اس قسم کے دلیرانہ اقدام کی توقع عبث ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

تیری کتابوں میں اے حکیم معاش رکھا ہی کیا ہے آخر
خطوط خمدار کی نمائش، مریز و کجدار کی نمائش

(تحریر میاں عبدالرشید مرحوم، بشکریہ: نوائے وقت ۱۸ ستمبر ۹۷ء)

امیر تنظیم کا سفر امریکہ برائے آپریشن

تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کے رفقاء کے پرزور اصرار پر بالآخر امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے اپنے گھٹنوں کا آپریشن امریکہ (ڈیٹرائٹ) میں کرانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ امیر محترم ان شاء اللہ ۲۰ فروری کو امریکہ کے لئے روانہ ہوں گے۔ رفقاء و احباب سے امیر محترم کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے۔

دفاعی اخراجات میں کٹوتی

بے جا اور نمائشی اخراجات کے خاتمے سے آغاز کیجئے

تحریر: نذر حیات   اخذ و ترجمہ: سردار اعوان

ہمارے نزدیک پاکستان کے جملہ مسائل کا واحد اور دیرپا حل 'اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا قیام ہے۔ تاہم کوئی بھی ایسی تجویز جس سے کسی مسئلے کو سمجھنے اور حل کرنے میں مدد مل سکتی ہو توجہ کی مستحق قرار پانی چاہئے ——— موجودہ حکومت کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ دفاعی اخراجات میں فوری کمی کے لئے کوشاں ہے۔ ذیل کے مضمون میں جن آراء کا اظہار کیا گیا ہے وہ خاصی حقیقت پسندانہ دکھائی دیتی ہیں لیکن صرف فوج ہی کیوں؟ ان کا اطلاق تمام حکومتی شعبوں پر کیا جانا چاہئے۔ بلکہ اصلاً تو ایوان صدر اور وزیر اعظم ہاؤس کو اس کا عملی نمونہ پیش کرنا چاہئے۔ اس سے بھی اہم تر بات تو یہ ہے کہ پہلے ان لوگوں کو پکڑا جائے جو ملکی دولت کو لوٹنے اور قومی خزانے کو نقصان پہنچانے کے ذمہ دار ہیں اور ان سے ناجائز جمع کی ہوئی دولت واپس لے کر ان بیرونی قرضوں کی ادائیگی کا سامان کیا جائے جن کے بوجھ تلے پوری پاکستانی قوم سسک رہی ہے۔ ورنہ یہ ڈاکو اور لٹیرے اگر بدستور لوٹی ہوئی دولت کے مالک بنے رہے تو سادگی اور کفایت شعاری کے وعظ سننے کے لئے کوئی تیار نہیں ہو گا ——— (ادارہ)

یہ بات اب کھل کر کہی جا رہی ہے کہ دفاعی اخراجات میں کمی وقت کا اہم تقاضا ہے۔ اطمینان بخش بات یہ ہے کہ خود فوج بھی اس کی قائل نظر آتی ہے ورنہ ایک دہائی قبل تک یہ بات زبان پر لانے کا کوئی شخص سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بھلا ہو سلطنت روس کا' جو اپنی ہی فوجی طاقت کے بوجھ تلے دب کر اپنے وجود سے ہاتھ دھو بیٹھی' جس سے سب کی آنکھیں کھل گئیں کہ جب دشمن کو معاشی مار دے کر آسانی سے ختم کیا جا سکتا ہے تو گولے بارود کے ڈھیر جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر پیشتر اس کے کہ بھارت کو ہم پر یہ فارمولا آزمانے کا موقع ملے ہمیں اپنی چادر کے اندر پاؤں سمیٹنے کی کوشش کرنی چاہئے اور بڑے بڑے معاملات' جیسے متبادل فوجی حکمت عملی کیا ہو' کون سا جنگی نظام موزوں ہو گا' فالتو پرزوں کا خاموش ضیاع کیسے روکا جائے یا ان دیو قامت ویئر ہاؤسز کا کیا کیا جائے جو زیر استعمال نہیں رہے یا از کار رفتہ ہو چکے ہیں' ان تمام امور کو ایک طرف رکھتے ہوئے پہلے ان امور پر توجہ دینی چاہئے جو بالکل نمایاں ہیں اور جن سے فوج کی کارکردگی بھی متاثر نہیں ہوتی۔

مثال کے طور پر ہماری ہوائی اور بحری افواج نے ۱۹۶۵ء کی جنگ صرف ایک ٹو سٹار جرنیل کی سرکردگی میں لڑی تھی اور اچھی خاصی کارکردگی دکھائی کا مظاہرہ کیا تھا۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں بھی ہوائی فوج کا کوئی ایئر چیف مارشل لاء نہیں تھا جبکہ اس وقت ایئر فورس میں ۱۵ ایئر مارشل ہیں۔ ظاہر ہے اس دوران میں ایئر فورس میں پندرہ گنا اضافہ تو نہیں ہوا۔ فوج کے سی۔ ایم۔ ایچ جنرل کے رینک سپیشلسٹ ڈاکٹروں سے بھرے پڑے ہیں۔ ہر فارمیشن کمانڈر چاہتا ہے کہ اسے دوسری کسی سروس کے فارمیشن کمانڈر کے برابر کا درجہ حاصل ہو تاکہ سلیوٹ وغیرہ کا پروٹوکول نہ دینا پڑے۔ ایئر فورس میں پہلے سکواڈرن کی کمان سکواڈرن لیڈر' ونگ کی کمان ونگ کمانڈر اور بیس کی کمان گروپ کیپٹن کے پاس ہوتی تھی اب اس فارمیشن کی کمان دو نہیں تو ایک رینک اوپر کا افسر کر رہا ہے۔ مہنگائی کے لحاظ سے تنخواہوں میں اضافہ ایک ناگزیر ضرورت ہے مگر رینک بڑھائے چلے جانا سمجھ سے بالاتر ہے۔ اسرائیل کی فوج طاقت میں آگے ہونے کے باوجود کہیں کم ٹاپ بروس کی حامل ہے۔ ہماری بری افواج کیلئے ایک تھری سٹار اور ہوائی اور بحری افواج کیلئے ایک ایک ٹو سٹار جرنیل سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔

مراعات کی مد میں بجٹ کی خاصی گنجائش موجود ہے۔ مثلاً یہ ایک روایت بن چکی ہے کہ اعلیٰ افسر کی تبدیلی پر اس کی رہائش گاہ کو نئے ساز و سامان سے آراستہ کیا جاتا ہے جس پر اچھی خاصی لاگت آتی ہے 'گویا ہر ۳' ۴ سال بعد یہ عمل دہرانا پڑتا ہے۔ اس کا تقابل سن ساٹھ کی دہائی کی رہائش گاہوں اور دفاتر سے کیا جائے (جب ملکی معیشت آج سے کہیں بہتر تھی) تو زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ لکڑی کی بھاری بھرکم میز کرسیوں' الماریوں اور چھت پر جھولنے والے بجلی کے خستہ حال پنکھوں کی جگہ آج اعلیٰ کوالٹی کے صوفہ سیٹ' دیدہ زیب قالین' خوشنما پردے' پینٹنگز اور کمروں کو ٹھنڈا کرنے والے ایئر کنڈیشنر لے چکے ہیں۔ دو تین دہائی پہلے کا فوجی کمانڈر مضبوط' اسپاٹائی "ولیز" جیپ میں بیٹھنے پر فخر محسوس کرتا تھا۔ اور وہ بھی کسی جگہ ایک آدھ ہی میسر آتی تھی۔ فیملیز کے لئے یوں بھی ایسی سواری کوئی زیادہ پرکشش نہیں تھی کہ کمی کا احساس ہوتا۔ مگر اب سینئر افسروں کے آگے پیچھے کاریں ہوتی ہیں۔ ایک فور وہیلر فیلڈ ڈیوٹی کے لئے' ایک "لمو" شہر کے لئے' ایک سٹینڈ بائی کار' فیملی کے لئے الگ ایک کار اور ایک خیبر ٹائپ چھوٹی کار نوکروں کے سودا سلف لانے کے لئے۔ آپ تنخواہوں میں دگنا اضافہ کر دیں' جیسا کہ بھارت نے کیا ہے مگر خدارا فوج کا مزاج تو نہ بگاڑیں۔

ایک معاملہ فوجی یونیفارم کا ہے۔ انگریزی دور میں فوجی یونیفارم انتہائی سادہ اور موسمی لحاظ سے بہت موزوں تھی۔ چنانچہ ۳۰ سال قبل پوری وردی کا خاکی کپڑا صرف ۲۵ روپے میں آ جاتا تھا' نہ معلوم ہم نے اسے کیوں ترک کر دیا' لیکن فوج میں صرف خاص مواقع پر جو یونیفارم پہنی جاتی تھی اسے پورے اہتمام کے ساتھ برقرار رکھا ہوا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج ایک افسر کی پورے مہینے کی تنخواہ میں بھی یہ یونیفارم نہیں بنتی۔ ہو سکتا ہے کہ میری ان باتوں کو بال کی کھال اتارنے سے تعبیر کیا جائے مگر حقیقت یہ ہے کہ جب تک ہم چھوٹی چیزوں پر توجہ نہیں دیں گے' بڑے بڑے معاملات نہیں سدھریں گے۔ فوجی وردی جنگ کے لئے کارآمد ہونی چاہئے' صرف کندھوں پر رینک کا نشان ہو جیسا کہ اسرائیلی اور دیگر ممالک کی افواج میں ہوتا ہے۔ ہم نے اپنے آپ کو زیادہ مہذب اور نفاست پسند ظاہر کرنے کے لئے خواہ مخواہ کے بوجھ اپنے اوپر لاد لئے ہیں جن کا فوج کی جنگی تیاریوں سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ پہلے دفاتر میں صرف چائے کی ایک پیالی آتی تھی' کوئی خاص تقریب وغیرہ ہوتی تو کھانے کا اہتمام ہو جاتا تھا' اس کے باوجود آپس میں گرم جوشی اور اطمینان کار کا احساس پایا جاتا تھا۔ آج ایک عام تقریب بھی سرد زدی سے کم نہیں ہوتی۔ سٹاف افسر کئی کئی روز مہمانوں کی فہرستیں تیار کرنے' کارڈوں کے ڈیزائن' کھانوں کا انتخاب' نشستوں اور پارکنگ وغیرہ کی تفصیلات طے کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ہمارا ملک اس نمود و نمائش کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ہمیں ڈیفنس ڈے' نیوی اور ایئر فورس ڈے' پبلک پریڈ اور مارچ پاسٹ جیسی خصوصی تقریبات' جو محض وقت اور پیسے کا ضیاع ہیں' منانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پاکستان کا معاملہ دوسرے کئی ممالک سے مختلف ہے' ہماری افواج عوام کے لئے اجنبی نہیں کہ ان کے سامنے ان کی نمائش کرائی جائے۔ بہرحال ایسے بے شمار امور ہیں جن کی کوئی دفاعی اہمیت نہیں' اگر ان سب کی فہرست تیار کرنے لگیں تو بہت طویل ہو جائے گی' مقصد صرف توجہ دلانا ہے۔ چھوٹے کاموں سے آغاز کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے تو کچھ پیش رفت بھی ہو گی ورنہ ہم صرف منصوبے ہی بناتے رہ جائیں گے۔

(ڈان میگزین' سنڈے' ۸ فروری)

دورۂ ترجمہ قرآن، دعوت رجوع الی القرآن تحریک کا اہم سنگ میل

وہ دن دور نہیں جب روئے زمین کے کونے کونے میں قرآن کی انقلابی دعوت کا پرچم سربلند ہو گا

ڈاکٹر اسرار احمد کی ربع صدی کی شبانہ روز محنت برگ و بار لا رہی ہے

از قلم : نجیب صدیقی' کراچی

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ گل سڑ گیا ہے اور خیر کے تمام سوتے خشک ہو چکے ہیں ان کی بات کو مکمل طور پر رد نہیں کیا جا سکتا' لیکن ایسا نہیں ہے۔ خیر کی قوتیں دبا دی گئی ہیں یا دب گئی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ بے بس ہو گئی ہیں۔ ان قوتوں کو اگر ابھارا جائے' منظم کیا جائے تو آج بھی ان میں قوت تسخیر موجود ہے' وہ آج بھی معاشرے کے دھارے کو بدل سکتی ہیں' ان کا رخ موڑ سکتی ہیں۔ ان قوتوں کو منظم کرنے والا کوئی مخلص گروہ موجود ہونا چاہئے۔ ایسے افراد جو یہ عزم کر لیں کہ خیر کو فروغ دینے کیلئے تن من دھن لگانا ہے تو آج بھی حالات بدل سکتے ہیں۔

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مد ظلہ نے قرآن کے فکر کے فروغ دینے کے لئے تنہا محنت شروع کی۔ اس کام کا آغاز آپ نے درس قرآن سے کیا۔ افراد جمع ہوتے رہے اور حلقے وجود میں آتے رہے۔ ربع صدی کی شبانہ روز کوشش کے نتیجے میں ملک کا کونہ کونہ اس آواز سے آشنا ہو گیا۔ اس کی گونج بیرون ملک تک جا پہنچی اور دنیا کے متعدد ممالک میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ ان دور دراز ممالک میں اس آواز پر لبیک کہنے والے جمع ہوئے اور انہوں نے اس مقصد کے لئے حلقے بنا لئے۔ آج یہ حلقے خیر کو پھیلانے میں مصروف عمل ہیں۔ ان کا یہ عزم و عمل دیکھ کر سعید روحیں ان کے گرد جمع ہو رہی ہیں اور خیر کے وجود کو وہ قوت فراہم ہو رہی ہے جو آئندہ باطل کو للکار سکتی ہیں۔

امیر تنظیم نے اپنے جادو اثر خطابات سے ذہنوں کو مسخر کیا اور سچی بات یہ ہے کہ قرآن مجید خود ایک مسخر کرنے والی قوت ہے۔ اسلوب انداز اور محنت میں خلوص ہو تو یہ دلوں کے اندر اتر جاتا ہے' پھر انسان اس کے فروغ کے لئے کمربستہ ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے رمضان المبارک کے دوران تراویح میں قرآنی فکر کو عام کرنے کے لئے مسلسل ایک ماہ تک شب بیداری کا پروگرام بنایا۔ یہ پروگرام مختلف شہروں میں سال بہ سال ہوتا رہا۔ قرآن کے فکر کو سمجھنے کے لئے دور دراز سے لوگ ان ایام میں آتے رہے' اس طرح پورے ملک میں یہ غلغلہ بلند ہوا۔ یہ کتاب سمجھنے کے لئے نازل کی گئی اور یہ ہماری زندگی کی رہنما کتاب ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس نے پہلے بھی قوموں کے زوال کو عروج سے بدلا ہے اور آج بھی اس کے حاملین اگر اٹھ کھڑے ہوں تو نیو ورلڈ آرڈر کا منہ موڑ سکتے ہیں' باطل کو لگام دے سکتے ہیں اور اندھیرے کو اس کے مامن میں بھیج سکتے ہیں۔

امسال کا رمضان المبارک دسمبر اور جنوری کی سخت سردیوں میں آیا۔ سبھی جانتے ہیں کہ اس دور میں انسان کس قدر مصروف ہے۔ مہنگائی نے اس کی کمر توڑ رکھی ہے۔ رزق کے حصول کے لئے اسے سخت ترین محنت کرنا پڑتی ہے چنانچہ قرآن کی دعوت کو سمجھنے کے لئے مصروف اوقات میں سے وقت نکالنا کتنا دشوار ہے!

دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام کراچی کی انتہائی جانب ساحل سمندر سے متصل قرآن اکیڈمی میں ہوا۔ وہاں تک پہنچنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہ تھی۔ وسائل اس قدر میسر نہیں ہیں کہ شہر کے کونے کونے سے بسیں چلائی جائیں۔ ذرائع ابلاغ سے اس کی تشہیر ہوتی تو انسانوں کا سمندر امڈ کر سمندر کے کنارے پہنچ جاتا۔ بہت کم گاڑیاں چلائی گئیں جو مشتاقان پروگرام کو لے جاتیں اور لے آتیں۔ نوجوان بچے اور بچیوں میں میں نے جذبہ دیکھا ہے' شرکت کی تڑپ اور بے چینی قابل تحسین اور مبارک باد کے قابل تھی۔

دن میں آٹھ گھنٹے کی ملازمت کے بعد پوری رات قرآن کے ساتھ بسر کرنا غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر مشتاقان فکر قرآن کو ملازمت کے حوالے سے کچھ سہولت مل جاتی' جانے اور آنے کیلئے سواری کا بندوبست ہو جاتا تو سمندر کے کنارے قرآن اکیڈمی کا منظر ہی کچھ اور ہوتا۔

شہر کی مساجد پر مسلکوں کا قبضہ ہے وہ کسی قیمت پر اس پروگرام کو برداشت نہیں کر سکتے۔ خادم دین کہلانے والوں نے خود کو اپنے مسلک کے حصار میں بند کر رکھا ہے' مسجدیں ان کی جاگیریں ہیں۔ انہیں اس بات کا خوف ہے کہ دعوت حق کی گونج اگر عوام کے کانوں تک پہنچ گئی تو ان کو اپنی دستار بچانا مشکل ہو جائے گا۔ یہ جبہ و دستار کے پجاری ہمیشہ دین کے غلبے کے خلاف رہے ہیں۔ یہ چند رسومات کے گرد عوام کو رکھنا چاہتے ہیں۔ مسلکوں کی جنگ نے نئی پود کو دین ہی سے بیزار کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ دین کے نمائندے جب ایک اللہ' ایک رسول اور ایک کتاب پر جمع نہیں ہو سکتے تو ہمارا کیا ہے ہم پر ایسی کونسی ذمہ داری ہے؟

لیکن ان لوگوں پر یہ بات واضح ہو جانی چاہئے تھی کہ قرآن کی دعوت صرف دستار بندی کے لئے نہیں ہے بلکہ قرآن کا مخاطب ہر شخص ہے۔ وہ خود اس بات کا ذمہ دار ہے کہ اس کی دعوت کو سمجھے اور اس پر عمل کرے۔ کسی دوسرے کا عمل اس کے لئے حجت نہیں۔ یہی وہ فکر ہے جس کو عام کرنے کے لئے ڈاکٹر صاحب مد ظلہ شہروں شہروں جاتے ہیں اور بستی بستی سفر کرتے ہیں۔

آج ایک معتدبہ تعداد ان کے ساتھ ہے اور لوگ اس قرآنی دعوت کا پرچم اٹھائے ہوئے اس کے پرچارک بن چکے ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب یہ دعوت روئے زمین کے کونے کونے تک پہنچ جائے گی۔ ان شاءاللہ

اسلامی انقلاب کے مراحل' مدارج اور لوازم پر مشتمل

ڈاکٹر اسرار احمد' امیر تنظیم اسلامی

کے دس خطبات کا مجموعہ

منہج انقلاب نبوی

سیرت النبیؐ کی روشنی میں اسلامی انقلاب کی جدوجہد کے رہنما خطوط

صفحات ۳۸۴' قیمت : 72 روپے

شائع کردہ : مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن
قرآن اکیڈمی 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

حق طلبی یا ادائیگی فرض ——؟

صحیح طرز فکر اپنانے کی ضرورت

—— انعام اللہ خراسانی ——

شیخ الہند مولانا محمود حسن اپنے ترجمہ و تفسیر قرآن اور تحریک ریشمی رومال و تحریک خلافت میں اپنی خدمات کی بدولت کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم تھے اور فراغت کے بعد دارالعلوم ہی میں استاد کے فرائض انجام دیتے ہوئے شیخ الہند کے منصب پر فائز ہوئے۔ جن دنوں مولانا محمود حسن شیخ الہند کے طور پر اپنی خدمات سرانجام دے رہے تھے تو دارالعلوم کی مجلس شوریٰ نے محسوس کیا کہ ان کی تنخواہ ان کے منصب اور خدمات کے مقابلے میں بہت کم ہے' چنانچہ انہوں نے آپ کی تنخواہ میں اضافے کا فیصلہ کیا۔ جب شیخ الہند صاحب کو اس فیصلے کی اطلاع ملی تو فوراً آپ نے مجلس شوریٰ کے نام درخواست لکھی جس میں اس فیصلے کو واپس لینے کی استدعا کی گئی تھی۔ موقف یہ بیان کیا کہ "پہلے تو میں زیادہ پڑھاتا تھا اب عمر اور فراغت کے سبب کم پڑھاتا ہوں۔ تقاضا تو یہ تھا کہ مجلس شوریٰ میری تنخواہ میں کمی پر غور کرتی چہ جائیکہ اس میں اضافہ کر دیا جائے' چنانچہ میری گزارش ہے کہ میری تنخواہ میں اضافہ کا فیصلہ واپس لے لیا جائے اور اوقات کے لحاظ سے تنخواہ کم کرنے پر غور کیا جائے"۔ آج کل اس طرح کی درخواست اگر انتظامیہ کو کوئی پیش کرے تو اس کو انتظامیہ پر ایک بھرپور طنز شمار کیا جائے گا کہ نہ صرف وہ اپنی تنخواہ پر مطمئن نہیں بلکہ انتظامیہ کی طرف سے کئے گئے اضافے کی اس نے توہین کی ہے' مگر حضرت شیخ الہند کی درخواست میں طنز کا دور دور تک شائبہ نہ تھا بلکہ وہ جس بات کو درست سمجھ رہے تھے اسی کو بیان کر دیا تھا۔

آج کل ہم اپنے معاشرے میں نظر دوڑائیں تو ہمیں ہر طرف سے حقوق حاصل کرنے کے لئے نعرے و صدائیں ملیں گی اور اس مقصد کے لئے بے شمار ادارے' جماعتیں اور انجمنیں نظر آ جائیں گی لیکن اس طرف بہت کم لوگ توجہ دیتے ہیں کہ ہمارے حقوق کے حصول کے ساتھ ہمارے کچھ فرائض بھی ہیں اور ہمیں اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے پر بھی توجہ دینی چاہئے۔ اسلام کی تعلیمات میں اس بات کو بہت اہمیت حاصل ہے کہ ہر بندہ اپنے فرائض کی ادائیگی کا خیال رکھے۔ اگر یہ فکر معاشرے میں عام ہو جائے تو معاشرے میں پھیلی ہوئی بے چینی اور اضطراب کا خاتمہ ہو' سب کے حقوق از خود ادا ہوتے رہیں اور حق تلفیوں کی شرح گھٹتے گھٹتے صفر تک آ پہنچے گی' اس لئے کہ ایک کا حق دوسرے کا فریضہ ہے۔ وہ اپنا فریضہ ادا کرتا ہے تو پہلے کو اپنا حق مل جاتا ہے' اس طرح حقوق و فرائض کا یہ تناسب معاشرے کے عام تعلقات کو ایک خوشگوار بنیاد فراہم کرتا ہے۔ شوہر اپنا فرض ادا کرے تو بیوی کو اس کا حق مل جائے' افسر اپنے فرائض ادا کریں تو ماتحت کو اس کے حقوق مل جائیں' ماتحت اپنے فرائض کا خیال رکھے اور اسے بجالائے تو افسر کو اس کے حقوق مل جائیں۔

یہ طرز عمل صحیح طور سے ایک معاشرے میں اس وقت تک عام نہیں ہو سکتا جب تک ایک ایک شخص کے ذہن میں آخرت کا تصور موجود نہ ہو اور جب تک یہ تصور عملی صورت میں سامنے نہ آئے' کیونکہ انسان کے صحیح معاملات کی ادائیگی کے لئے تصور آخرت بہت اہم حیثیت رکھتا ہے۔ سزا اور جوابدہی کے خوف کے موثر ہونے کا اندازہ ہم مغربی ممالک میں حقوق و فرائض کے اچھے طریقے سے ادا کرنے سے لگا سکتے ہیں کہ صرف دنیاوی قانون کی پابندی اور ڈر سے ایسے نتائج نکل سکتے ہیں تو اللہ کے مقرر کردہ قانون کو اس کی صحیح صورت میں مان کر انسان کتنا آگے جا سکتا ہے۔ اس تصور آخرت کے کمزور ہونے ہی کی وجہ سے ہمارے معاشرے کا حال یہ ہے کہ ہم اپنے حقوق کے معاملے میں تو بہت حساس ہیں' لیکن فرائض کے معاملے میں حساس نہیں اور جب کسی فریق کو اپنے فرائض کی ادائیگی کی فکر نہ ہو تو یہ تصور پورے معاشرے میں پھیل کر بے چینی اور اضطراب کی فضا پیدا کر دیتا ہے' ہر شخص کی زبان کھل جاتی ہے اور کان بند ہو جاتے ہیں اور بالآخر یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ جو چیز بھی ہاتھ لگے لے بھاگیں اور ظلم کی بات یہ ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کو بھی صرف اپنے حقوق کے حصول کے لئے ہی استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً جب کچھ وصول کرنے کا وقت آ جائے تو یہ حدیث سامنے ہوتی ہے کہ "مزدور کو مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو" لیکن ہم میں بہت کم لوگوں کا ذہن اس طرف آتا ہے کہ مزدوری حاصل کرنے سے پہلے اپنا جائزہ بھی لے لیں کہ پسینہ بہا بھی ہے یا نہیں؟ اسی طرح قرآن میں کئی مقامات پر میزان کا ذکر آیا ہے مگر ہم نے میزان کو صرف اشیاء تولنے کے محدود تصور کے لئے مختص کر دیا ہے۔ حالانکہ از روئے قرآن اس ترازو کا تصور انتہائی ہمہ گیر اور وسیع ہے جس کے مطابق ہمیں اپنے ہر معاملہ کو وحی الٰہی کے ترازو میں رکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے کیونکہ قبر میں انسان سے سوال اس کے فرائض کی ادائیگی کے متعلق ہوگا نہ کے حقوق کے حصول کی بابت پوچھا جائے گا کہ تم کتنے حق وصول کر کے آئے ہو۔ اسی طرح ایک حدیث میں حضورؐ فرماتے ہیں : "اپنے بھائیوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور اپنے بھائی کے لئے اس بات کو برا سمجھو جو اپنے لئے برا سمجھتے ہو"۔ اس حدیث میں ہمیں یہ زریں اصول ملتا ہے کہ کسی سے معاملہ کرتے وقت پہلے اپنے آپ کو اس کی جگہ پر کھڑا کر کے دیکھ لو کہ اگر اس کی جگہ میں ہوتا تو کس طرح کا معاملہ پسند کرتا اور پھر اسی کے مطابق فیصلہ یا عمل کیا جائے۔ اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ معاشرے میں اس طرح کا تصور کیسے پیدا کیا جائے۔ یہ درست ہے کہ ایک فرد اکیلا معاشرے کے مزاج کو ایک دم بدل نہیں سکتا' لیکن اپنے مزاج کو تو تبدیل کر سکتا ہے' اپنے ماحول اور حلقہ کار میں اس کو فروغ دے سکتا ہے۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ نیک نیتی سے کیا ہوا کام دوسرے لوگوں پر اپنا اثر ضرور چھوڑتا ہے۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہے تو فرد سے گھرانہ' گھرانے سے خاندان اور بڑھتے بڑھتے پوری قوم اس راستے پر گامزن ہو سکتی ہے کیونکہ قومیں ہمیشہ افراد کے مجموعے سے ہی بنتی ہیں' افراد کی اصلاح قوم کی اصلاح اور افراد کا بگاڑ قوموں کے بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کی اپنے متوقع جانشین کو وصیت

"جو خلیفہ منتخب ہو وہ مہاجرین' انصار' اہل عرب اور ذمیوں کے حقوق کا پورا خیال رکھے۔

ذمیوں سے جو معاہدے کئے گئے ہیں انہیں پورا کیا جائے۔

ذمیوں کے دشمنوں سے لڑا جائے اور انہیں ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے"۔

اس کے بعد ذاتی معاملات کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے صاحبزادے عبداللہ کو وصیت کی کہ :

"میرے بعد میرا قرض اتار دینا اور مجھے اوسط درجے کا کفن دینا کیونکہ اللہ کے نزدیک اگر مجھ میں کوئی بھلائی ہوگی تو وہ اسے اچھے لباس سے بدل دے گا۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو یہ کفن بھی مجھ سے چھین لیا جائے گا۔

حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام ماہ رمضان کے خصوصی پروگرام

ماہ رمضان میں حلقہ کے تحت جو خصوصی پروگرام ہوئے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے :

○ تنظیم اسلامی اسلام آباد کے زیر اہتمام جناب عظمت ممتاز ثاقب کے گھر پر تراویح اور ترجمے کا اہتمام بھی کیا گیا' جس میں راقم نے دورہ ترجمہ کی ذمہ داری ادا کی۔ حاضری تقریباً 25 تا 35 افراد پر مشتمل تھی۔ پروگرام تقریباً ساڑھے تین گھنٹے دورانئے پر مشتمل تھا۔

○ تنظیم اسلامی راولپنڈی شہر کے زیر اہتمام اسرہ سیٹلائیٹ ٹاؤن میں تراویح کے بعد ویڈیو کیسٹ دکھائی جاتی ہے۔ یہ پروگرام ایک گھنٹہ پر مشتمل تھا۔ اس کا انتظام اورنگزیب عباسی نے کیا۔

○ تنظیم اسلامی راولپنڈی کے زیر اہتمام شکریال میں عربی کلاس کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس میں شرکاء کی تعداد 30 تا 135 افراد پر مشتمل تھی۔

○ تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کے زیر اہتمام چار مقامات پر دورہ ترجمہ قرآن بذریعہ ویڈیو کیسٹ ہوا۔ حاضری ماشاء اللہ بھرپور رہی۔ رفقاء اور احباب کی کثیر تعداد ان پروگراموں میں شریک رہی۔

○ ایبٹ آباد میں دو مقامات پر مردوں کیلئے بذریعہ ویڈیو کیسٹ بعد نماز تراویح دورہ ترجمہ قرآن کا اہتمام کیا گیا۔ رفیق محترم عبدالجلیل صاحب کے گھر پر خواتین کیلئے دن میں 12 سے 2 بجے تک بذریعہ ویڈیو کیسٹ دورہ ترجمہ قرآن کا اہتمام کیا گیا۔ (رپورٹ : شمس الحق اعوان)

رمضان المبارک میں رفقاء پشاور کی دعوتی سرگرمیاں

امسال قرآن اکیڈمی کراچی سے روزانہ بذریعہ کوریئر سروس پشاور میں ویڈیو کیسٹ منگوانے کا اہتمام کیا گیا جس کے لئے شعبہ سمع وبصر کو رمضان سے پہلے کیسٹس پہنچا دی گئی تھیں۔ حسب پروگرام وارث خان امیر تنظیم اسلامی پشاور کے گھر پر روزانہ بعد نماز عشاء امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے دورہ ترجمہ قرآن کی ایک کیسٹ دکھائی جاتی رہی۔ رفقاء واحباب کی اوسط حاضری 18 تک تھی۔ وارث خان کے عمرہ پر جانے کے بعد یہ پروگرام حاجی خدا بخش کے ہاں منتقل ہو گیا۔ حاجی صاحب کے گھر سے یہ کیسٹ نقیب اسرہ ہشتگری ذاکر صاحب کے ہاں جاتی جہاں ان کے بڑے بھائی اپنے دوستوں اور محلے داروں کے ہمراہ اسے دیکھتے رہے۔ ان سے یہ کیسٹ اسرہ شہر کے نقیب خورشید انجم کے گھر پہنچ جاتی' جو روزانہ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ ایک کیسٹ دیکھتے رہے۔ سب سے آخر میں ملتزم رفیق عمران احسن کے پاس یہ کیسٹ پہنچ جاتی یوں یہ کیسٹ محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً ہاتھوں ہاتھ لی جاتی رہی اور قرآن کی دعوت چار مختلف مقامات پر مختلف انداز میں پہنچتی رہی۔

اسرہ ہشتگری کے رفیق یوسف علی نے (جو فائنل ایئر انجینئرنگ کے طالب علم ہیں) روزانہ بعد نماز فجر مرکزی جامع مسجد ہشتگری میں درس حدیث دیا۔ یہ ذمہ داری حسب ضرورت نقیب اسرہ ذاکر شاہ بھی نبھاتے رہے۔ ہر روز ایک حدیث کا انتخاب کر کے اس کی تشریح کی جاتی۔ روایتی انداز تبلیغ سے ہٹ کر حدیث کے مطالعہ کا یہ مختصر پروگرام سامعین کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ مستقل سامعین کی تعداد 25 سے متجاوز رہی۔

ہشتگری کی مقامی مسجد میں روزانہ بعد نماز فجر بیس منٹ تک قرآن حکیم کے منتخب نصاب کا مطالعہ کرایا جاتا رہا۔ اس پروگرام کا انتظام حاجی خدا بخش نے کیا۔ مدرس کی ذمہ داری انجینئر طارق خورشید نے ادا کی۔ لوگوں نے بڑی توجہ اور انہماک سے شرکت کی۔ مدرس کا کہنا ہے کہ پہلے بھی منتخب نصاب پڑھنے پڑھانے کا موقع ملا تھا لیکن رمضان کی ان بابرکت ساعتوں میں جو لطف و سرور حاصل ہوتا ہے اس کا کوئی بدل نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کو پڑھنے' سمجھنے' عمل کرنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔ (رپورٹ : محمد عمران)

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی ملتان کے ملتزم رفیق جناب ضیاء الرحمٰن صدیقی علیل ہیں' رفقاء واحباب سے موصوف کی صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

پریس ریلیز

اسلامی نظریاتی ریاست میں اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانا ناقابل معافی جرم ہے

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے اس خبر پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے کہ گورنمنٹ کالج لاہور کے بی اے 'بی ایس سی کے انگریزی لازمی کے نصاب میں ایک ایسی کتاب شامل کی گئی ہے جس میں فری سیکس کا پرچار کرنے کے علاوہ شراب نوشی کو قابل ستائش بتایا گیا ہے اور خنزیر جیسے ناپاک جانور کو بھی خوش نما بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی نظریاتی ریاست میں اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانا ناقابل معافی جرم ہے۔ انہوں نے کہا کہ محسوس ہوتا ہے کہ ایشیا کی اس عظیم درسگاہ کے طلبہ و طالبات کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت فحاشی کی طرف مائل کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایم اے پولیٹکل سائنس سے مسلم پولیٹکل تھاٹ کے پرچے کو خارج کرنا اور ایم اے اکنامکس کے نصاب میں اسلامی اکنامکس کے پرچے کو لازمی کی بجائے آپشنل کر دینے جیسے اقدامات ظاہر کرتے ہیں کہ کالج کی انتظامیہ اس عظیم درسگاہ کو سیکولر بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کالج کو خود مختاری دینے کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہئے کہ اسے مادر پدر آزادی دے دی جائے۔ انہوں نے کالجوں کو نصاب خود متعین کرنے کی آزادی کی شدت سے مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ نصاب کا تعین ایسے ہاتھوں میں رہنا چاہئے جو اسلام اور نظریہ پاکستان پر غیر متزلزل یقین رکھتے ہوں۔ تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد نے شمالی افغانستان میں زلزلے کی تباہ کاریوں پر شدید رنج و الم کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے اس انتہائی تکلیف اور مصیبت کے وقت میں ان کی بھرپور مدد کرے۔ انہوں نے کہا کہ افغان بھائیوں کی مدد کے لئے اب تک کے حکومتی اعلانات انتہائی ناکافی اور معمولی نوعیت کے ہیں۔

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۷، شمارہ ۲
سالانہ زر تعاون ۔/۳۲۵ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت: ۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۵۸۶۹۵۰۱-۰۴۲

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان ○ فرقان دانش خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

مسلم امہ ۔ خبروں کے آئینے میں (انتخاب: مرزا ندیم بیگ)

قرآن کے مطالعے سے دل و دماغ کی گتھیاں کھلتی گئیں

اپنے انتہائی معروف میوزک بزنس میں، میں نے ہمیشہ زندگی کا مقصد تلاش کرنے کی کوشش کی۔ کبھی میں نے بدھا ازم، پامسٹری، یوگا، ہندو ازم اور نجانے کون کون سے مذاہب میں تلاش کیا، لیکن ان کا جواب اور میرے دل کو سکون اس وقت ملا جب مجھے میرے بھائی نے قرآن پاک مطالعے کے لئے دیا جس سے میرے دل و دماغ کی گتھیاں کھلتی چلی گئیں اور وہ اطمینان نصیب ہوا جس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ میرے دل نے کہا کہ یہی وہ کتاب ہے جس میں مکمل ضابطہ حیات تحریر ہے۔ ان خیالات کا اظہار سابق مشہور پاپ سنگر کیٹ سٹیون نے اپنے ایک انٹرویو میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں آج کل بغیر ساز کے بچوں کے حمدیہ اور نعتیہ ترانے تیار کر رہا ہوں۔ نعتیہ ترانوں میں حضور ﷺ کے اوصاف حمیدہ کو بیان کر کے مغرب کو ان سے متعارف کروانا چاہتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سائنسی تحقیق

امریکن کالج برائے فیملی میڈیسن نے تحقیق کے بعد مشورہ دیا ہے کہ اگر لوگ سونے سے پہلے منہ ہاتھ دھونے کے علاوہ سر بھی صاف کر کے سوئیں تو الرجی کا باعث بننے والی اشیاء (گرد و غبار) صاف ہو جاتی ہیں اور انسان کو سانس کی تکلیف سے نجات مل جاتی ہے۔ اس سائنسی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ سنت رسول ﷺ پر عمل سے آخرت کی فلاح کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی صحت و عافیت کی نعمت عطا ہوتی ہے کیونکہ حضور ﷺ کی یہ سنت تھی کہ آپؐ سونے سے قبل وضو فرماتے تھے۔

مصر میں طالبات کو نقاب اوڑھنے کی اجازت مل گئی

مصر کی ایک عدالت نے تعلیمی اداروں میں لڑکیوں کو نقاب اوڑھنے کی اجازت دے دی ہے۔ گزشتہ سال ستمبر میں دو لڑکیوں کو نقاب اوڑھنے پر سکول سے نکال دیا گیا تھا اس پر ان لڑکیوں کی طرف سے مصر کی اعلیٰ عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ عدالت نے گزشتہ دنوں فیصلہ سناتے ہوئے سکول انتظامیہ کو حکم دیا کہ ان لڑکیوں پر سے پابندی اٹھائے اور انہیں سکول آنے دیا جائے کیونکہ اسلام کے مطابق انہیں نقاب اوڑھنے کی آزادی حاصل ہے۔ یاد رہے کہ مصر کے وزیر تعلیم حسین کمال بہاؤ الدین نے چند سال قبل مسلمان لڑکیوں پر تعلیمی اداروں میں برقعہ پہن کر آنے پر پابندی عائد کر رکھی تھی۔

ترکی میں رفاہ پارٹی کی مقبولیت میں اضافہ

ترکی میں رفاہ پارٹی پر پابندی عائد کئے جانے کے بعد اسکی مقبولیت میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے جسکے باعث حکومتی حلقوں میں شدید تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے۔ رفاہ پارٹی کی قیادت اس صورتحال پر بے حد مسرور اور مطمئن ہے۔

برطانیہ میں ۲۵۰ مسلم تنظیموں کی متحدہ کونسل کا قیام

برطانیہ میں ڈھائی سو مسلم تنظیموں نے باہم مل کر متحدہ مسلم کونسل قائم کرلی ہے۔ برطانیہ میں اس قسم کی کونسل کا قیام پہلی بار عمل میں آیا ہے۔ کونسل کے رہنماؤں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ اس سے برطانیہ کے مسلمانوں کو ایک مضبوط پلیٹ فارم دستیاب ہو جائے گا۔ کونسل کے ترجمان کے مطابق کونسل کے اہم مقاصد میں مقامی آبادی کو مسلمانوں کے مثبت کردار سے آگاہ کرنا بھی شامل ہے۔ واضح رہے کہ امریکہ میں بھی ۱۹۹۶ء میں اس طرح کی ایک کونسل کی بنیاد رکھی گئی تھی جو اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کے مدلل جواب دینے اور تبلیغ کے ساتھ ساتھ مسلمان نوجوانوں کی تربیت کے کام میں مصروف ہے۔

ممبئی کے دیوبندی اور بریلوی علماء میں اتحاد

شہر کے مسلمانوں میں اختلافات کی وجہ سے گزشتہ دو ماہ سے پھیلی ہوئی بے چینی اور کشیدگی کا گزشتہ دنوں اس وقت خاتمہ ہو گیا جب دیوبندی اور بریلوی علماء سر جوڑ کر بیٹھے اور تاریخی سمجھوتہ کر کے یہ اعلان کیا کہ آئندہ مسلک کے نام پر عام لوگ آپس میں بحث و مباحثہ کرنے کی بجائے اپنے اپنے مکاتب فکر کے علماء کرام سے رابطہ کریں۔ اس فیصلے پر لوگوں نے انتہائی مسرت کا اظہار کیا ہے۔

باغیوں سے امن معاہدہ مسترد: اپوزیشن کی ہڑتال کی کال

بنگلہ دیش کی اپوزیشن پارٹیوں نے چٹاگانگ کی پہاڑیوں کے باغیوں سے حکومت کے امن معاہدے کو مسترد کر دیا ہے اور معاہدے کے خلاف منگل کو ملک بھر میں احتجاجی ہڑتال کی کال دی ہے۔ اپوزیشن پارٹیوں نے الزام لگایا ہے کہ حکومت قومی سلامتی کو نظر انداز کر کے معاہدے میں باغی قبائل کی طرف داری کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ معاہدے کے خلاف منگل کے روز ملک بھر میں کام چھوڑ ہڑتال کی جائے گی۔ یاد رہے کہ وزیر اعظم حسینہ واجد نے باغیوں کے ساتھ معاہدے کے تحت انہیں عام معافی دینے کا اعلان کیا جبکہ جو باغی قومی دھارے میں شامل ہوں گے انہیں ۵۰ ہزار ٹکے دینے کا اعلان کیا ہے۔

تہران سربراہ کانفرنس میں علامہ اقبال جیسی شخصیت کی کمی تھی

ایران کے سفیر مہدی اخوند زادہ نے پیر کے روز اپنی پریس کانفرنس کے آغاز پر علامہ محمد اقبال کو زبردست الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ جب تہران میں اسلامی سربراہی کانفرنس ہو رہی تھی تو اس وقت دنیا بھر کی اسلامی شخصیات وہاں اکٹھی تھیں اور کانفرنس ہال میں صرف ایک شخصیت کی کمی تھی جو علامہ محمد اقبال تھے۔ علامہ محمد اقبال نے یہ خواب دیکھا کہ "تہران ہو گر عالم مشرق کا جنیوا" لیکن ہم علامہ اقبال کے اس خواب کی تعبیر لے آئے۔